10/29

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۹ رجب المرجب ۱۳۸۴ھ
۴ دسمبر ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَ اِنْ کَانَ اَخَاہُ لِاَبِیْہِ وَ اُمِّہٖ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس چیز کی ممانعت فرما دی ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کے ہاتھ (دلالی کر) فروخت نہ کرے۔ اگرچہ وہ اس ۔۔ـی (ماں باپ شریک) بھائی ہو۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ ۔۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا ۔۔قَّوا السِّلَعَ حَتّٰی یُھْبَطَ بِھَا اِلَی ۔۔سُّوَاقِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ ۔۔ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد ۔۔ایا ہے کہ سامان کو آگے جاکر (قافلہ ۔۔) نہ خریدو۔ یہاں تک کہ اس کو ۔۔روں میں نہ لایا جائے۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ ۔۔مَ لَا تَتَلَقَّوُا الرُّکْبَانَ وَ لَا ۔۔ حَاضِرٌ لِبَادٍ: قَالَ لَہٗ طَاؤُسٌ: ۔۔بِیْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ لَا ۔۔ لَہٗ سِمْسَارًا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ ۔۔ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ۔۔ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد ۔۔ کہ تم پہلے سے جاکر قافلہ والوں ۔۔ نہ خریدو۔ اور کوئی شہری کسی ۔۔ کا مال بھی فروخت نہ کرے ۔۔نے حضرت ابن عباس رضؓ سے دریافت ۔۔ئی شہری کسی دیہاتی کا مال ۔۔ نہ کرے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ ۔۔ب ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔ (بخاری و مسلم)

۔۔ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا یَبِیْعِ الرَّجُلُ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْہِ، وَلَا یَخْطُبُ عَلٰی خِطْبَۃِ اَخِیْہِ، وَلَا تَسْئَلِ الْمَرْاَۃُ طَلَاقَ اُخْتِھَا لِتَکْفَأَ مَا فِیْ اِنَائِھَا، وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ: نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّیْ وَ اَنْ یَّبْتَاعَ الْمُھَاجِرُ لِلْاَعْرَابِیِّ، وَ اَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْاَۃُ طَلَاقَ اُخْتِھَا، وَاَنْ یَّسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰی سَوْمِ اَخِیْہِ، وَنَھٰی عَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِیَۃِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کی ممانعت فرمائی ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے خریدے۔ اور فرمایا کہ بیع نجش نہ کرو اور اپنے بھائی کی بیع پر کوئی آدمی بیع نہ کرے اور اپنے بھائی کے پیام نکاح پر کوئی شخص نکاح کا پیام نہ دے۔ اور نہ ہی کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی خواستگاری کرے۔ کہ اس کا حصہ بھی اپنے برتن میں لے لے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ والوں سے آگے چل کر ملنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اور یہ کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے فروخت نہ کرے اور کوئی عورت اپنی بہن کو طلاق دینے کی شرط نہ لگائے اور بغیر ارادہ خریداری کے مشتری کو اضافہ قیمت پر ابھارنے کے لئے قیمت میں اضافہ نہ کرے اور آپ نے بیع نجش اور جانور کے تھنوں میں دودھ روکنے سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَبِیْعُ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ، وَ لَا یَخْطُبُ عَلٰی خِطْبَۃِ اَخِیْہِ اِلَّا اَنْ یَّاْذَنَ لَہٗ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَ ھٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ ہی اس کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نکاح بھیجے۔ ہاں اگر اس کو اجازت مل جائے تو ایسا کرے۔ (بخاری و مسلم نے اس حدیث کو ذکر کیا) اور یہ الفاظ امام مسلم کے ہیں۔

عَنْ عُقْبَۃَ ابْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ فَلَا یَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یَّبْتَاعَ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْہِ وَلَا یَخْطُبَ عَلٰی خِطْبَۃِ اَخِیْہِ حَتّٰی یَذَرَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایماندار، ایماندار کا بھائی ہے۔ تو کسی ایماندار کے لئے یہ چیز حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے اور نہ ہی اپنے بھائی کے پیام نکاح پر نکاح کا پیام دے یہاں تک کہ وہ چھوڑ دے۔ (مسلم)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَرْضٰی لَکُمْ ثَلَاثًا وَیَکْرَہُ لَکُمْ ثَلَاثًا فَیَرْضٰی لَکُمْ اَنْ تَعْبُدُوْہُ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا، وَاَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا وَیَکْرَہُ لَکُمْ قِیْلَ وَ قَالَ، وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ، اِضَاعَۃَ الْمَالِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت نے تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند فرمایا ہے اور ایسے ہی تمہارے لئے تین چیزوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔ سو تمہارے لئے یہ چیزیں پسند کی ہیں۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کی رسی (دین اسلام) کو سب مضبوط پکڑ لو۔ اور متفرق نہ ہو جاؤ۔ اور تمہارے لئے قیل و قال اور کثرت سوال اور مال ضائع کرنے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ (مسلم)

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ

ہفت روزہ لاہور
خدام الدّین

سالانہ چندہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۱۰ | ۲۹ رجب المرجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۶۴ء | شمارہ ۲۹

صدارتی امیدوار کے سلسلہ میں
جمعیۃ علماء اسلام کو دھوکا اور دھکّا

ناظم جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان ملک میں علماء ربانیین کی وہ حق گو جماعت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور پھر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ دیوبندی کی پیروکار چلی آ رہی ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۶ء شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانیؒ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے متبعین نے مل کر جمعیۃ علماء اسلام کے نئے دور کا آغاز کیا۔ ان کے سامنے صرف احیاء و ابقاء اسلام اور استحکام پاکستان کا مقصدِ جلیل تھا۔ جمعیۃ نے ۱۹۶۴ء تک مختلف طریقوں سے اسمبلی کے اندر اور باہر جو خدمات انجام دیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ اب جبکہ صدارتی انتخاب کا وقت آیا علماء حق سے یہ امر قطعاً بعید تھا کہ وہ عائلی قوانین نافذ کرنے والے اقتدار کا ساتھ دے کر الحاد و آفرین محرکات میں اضافہ کریں یا زنار بالرضاء اور چکلوں کی حوصلہ افزائی کریں اس کے برعکس وہ یہ بھی نہیں کر سکتے تھے کہ بیرونی ایجنٹوں یا لادینی حکومت کے حامیوں اور کفر کی تبلیغ کو قانونی اجازت دینے میں حکومت کے ہمخیال اور مؤید ہونے والوں کا ساتھ دیں۔ چاہے وہ مس فاطمہ جناح کے جلو میں کیوں نہ آئیں۔ اس لئے جمعیۃ علماء اسلام کی مجلس شوریٰ نے ۷ راکتوبر ۱۹۶۴ء کو ملتان میں یہ جرأت مندانہ فیصلہ کیا کہ وہ اسلامی محاذ بنا کر ایک تیسرا موزوں امیدوار کھڑا کرے۔ ملک کے دونوں حصوں کے دیندار طبقوں اور افراد نے جمعیۃ علماء اسلام کے اس مؤقف کو صحیح قرار دیا اور اس فیصلے کو سراہا۔ چنانچہ جمعیۃ کے ذمہ دار ارکان حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث صاحب نے اس سلسلہ میں مشرقی پاکستان کا دورہ کر کے ڈھاکہ کی میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا کہ ملک کے دونوں حصوں کے پانچ پانچ نمائندے مل کر مغربی پاکستان میں امیدوار کا اعلان کریں گے۔ جمعیت کے عہدہ داروں کو اسلامی محاذ بنانے کے لئے اہل حدیث حضرات، بریلوی دوستوں، احرار لیڈروں اور دیگر زعماء امت سے ملنا ضروری تھا چنانچہ تمام مراحل طے کرنے کے بعد ۲۲ رنومبر ۱۹۶۴ء کو مغربی پاکستان کے مختلف مکاتبِ فکر میں شیراں والا میں منعقد ہوا اور ۲۷ رنومبر کی مشترکہ مجلس مشاورت کے لئے آٹھ نمائندے منتخب کر لئے گئے۔

مشرقی پاکستان کے علماء کو دعوت نامے پہلے ہی جاری کر دئے گئے تھے۔ جن کا تذکرہ اخبارات میں عموماً اور ترجمانِ اسلام میں خصوصاً ہو چکا تھا۔ اراکین جمعیت کی حد نہ رہی کہ ادھر اس فیصلہ کا اعلان ہؤا ادھر حکومت نے اعلان کر دیا کہ صدارتی امیدوار راولپنڈی میں آ کر ۲۶ رنومبر کو کاغذات امیدواری داخل کریں۔ سب علماء اور اہل ملک کا خیال تھا کہ عہدۂ صدارت کی میعاد چونکہ ۲۲ رمارچ تک ہے اس لئے صدارتی انتخاب اوائل مارچ یا زیادہ سے زیادہ اواخر فروری میں ہوگا۔ اور کاغذات کے داخلہ میں ابھی کچھ دن کا وقفہ باقی ہے مگر حکومت نے چار ماہ قبل ہی صرف ۷۲ گھنٹوں کا نوٹس دے کر اہل ملک کو پریشانی میں ڈال دیا۔ اس پر تمام ملک اور اپوزیشن کے لیڈروں نے احتجاج بھی کیا مگر بے سود۔ ظاہر ہے کہ جب صدارت کے لئے پاکستان کا ہر ووٹر (باشندہ) امیدوار بن سکتا ہے۔ تو اتنا قلیل المیعاد نوٹس یقیناً اُن باشندگان ملک کے بنیادی حقوق پر حملہ ہے جو اتنے قلیل عرصہ میں سلہٹ اور دُور دراز علاقوں سے راولپنڈی نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح ان بی۔ ڈی کے ممبروں کے حقوق پر بھی حملہ ہے جن کو [illegible] و مؤید بننے کا حق ہے مگر وہ اس مدت میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ بہرحال اس صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جمعیۃ علماء اسلام نے تاروں کے ذریعہ ۲۵ رنومبر کو مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا اور اس کے بغیر اب چارہ ہی کیا تھا۔ مشرقی پاکستان سے جمعیۃ کے نامزد امیدوار محترم رضاء الکریم صاحب پرنسپل سٹی کالج چٹاگانگ [illegible] ہیں کو بذریعہ تار مطلع کیا گیا کہ وہ [illegible] سے کاغذات لے کر سیدھے راولپنڈی [illegible] پر اور کاغذات داخل کریں۔ مزید برآں چٹگام اور کال بھی بک کرائی گئی لیکن ٹیلیفون ایکسچینج [illegible] لاہور نے دن بھر یہی جواب دیا کہ لائن خراب ہے (حالانکہ ہمارے خیال میں ٹیلیفون کام کر رہا تھا)۔ آخرکار ناظم جمعیۃ کو بذریعہ تار [illegible] سے اطلاع ملی کہ رضاء الکریم کا وقت [illegible] مشکل ہے اس لئے داخلہ میں توسیع [illegible] کریں (مگر حکومت سے اس کی توقع [illegible]۔ بعد میں معلوم ہؤا کہ ان کو ہوائی جہاز کی سیٹ بھی نہ مل سکی اور وہ رہ گئے [illegible] مایوس ہو کر مجلس شوریٰ نے ۲۵ [illegible] نومبر کی درمیانی شب میں مغربی [illegible] سے امیدوار کھڑا کرنے کا فیصلہ [illegible] قرعہ فال حضرت مولانا محمد عبید [illegible] (جانشینِ قطب زمان لاہوریؒ) [illegible] پڑا۔ اس متفقہ فیصلہ کے بعد ۲۶ [illegible] ۸ بجے سے دو صد روپیہ پر راولپنڈی [illegible] لئے ٹیکسی بک کرا لی گئی۔ حضرت [illegible] چند علماء و خدام کے ووٹر ہونے [illegible] فارم لینے کے لئے متعلقہ دفتر [illegible] لے گئے مگر دفتر کے کلرک [illegible] نہ کیا۔ اور وہ ۱۲ بجے تک [illegible] آخرکار کسی بڑے افسر کے [illegible] تصدیق کی۔ لیکن اب ۲ بجے [illegible]

(باقی [illegible])

اسلام کا تازہ معجزہ

عبداللہ لیبے منی

مذہب کی سچائی اور اچھائی کی سب سے بڑی دلیل عام فہم ثبوت اور ناقابلِ انکار حقیقت "مشاہدہ" ہے۔ آیئے اب ہم صداقتِ دینِ اسلام و حقانیتِ قرآن پر اپنے ہی زمانہ کا ایک "مشاہدہ" پیش کرتے ہیں۔

قصبہ سلمان پاک جو بغداد سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے، زمانہ قدیم میں جس کا نام "مدائن" تھا۔ جہاں اکثر صحابہ کرامؓ گورنری کے عہدے پر فائز رہے، یہاں ایک شاندار مقبرے میں حضرت سلمان فارسیؓ مشہور صحابی مدفون ہیں اور آپ کے گنبدِ مزار سے متصل نبی آخرالزمانؐ کے دو صحابی حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت جابر بن عبداللہ کے مزارات ہیں ان دونوں اصحابِ رسولؐ کے مزارات پہلے سلمان پاک سے دو فرلانگ پر ایک غیر آباد جگہ پر تھے۔

حضرت حذیفہؓ نے خواب میں ملک فیصل اول شاہ عراق سے فرمایا کہ ہم دونوں کو موجودہ مزاروں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے فاصلہ پر دفن کر دیا جائے۔ اس لئے کہ میرے مزار میں پانی اور جابرؓ کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے۔

چونکہ یہ خواب مسلسل دو راتوں میں دیکھا گیا تیسری شب حضرت موصوفؓ نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں یہی ہدایت فرما کر کہا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں۔ لیکن وہ توجہ ہی نہیں کرتا۔ اب تک اس کا انتظام نہیں کیا۔ اب تمہارا کام ہے کہ اس کو متوجہ کر کے اس کا انشاء اللہ جلد انتظام کراؤ۔

چنانچہ اگلے روز صبح ہی صبح مفتی اعظم، نوری سعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لے کر بادشاہ سے ملے اور ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ شاہ فیصل نے جس طرح بھی دو راتوں سے خواب میں یہی دیکھ رکھا تھا۔

چنانچہ کافی غور و مشورے کے بعد شاہ نے مناسب سمجھا کہ آپ مزارات کھولنے کا فتویٰ دیں تو میں اس کی تعمیل کے لئے تیار ہوں۔ جب مفتی اعظم نے مزارات کے کھولنے اور نعشوں کو منتقل کرنے کا فتویٰ دے دیا تو یہ فتویٰ اور شاہی فرمان دونوں اس اعلان کے ساتھ اخبارات میں شائع کر دیئے گئے کہ بروز عید قربان بعد نماز ظہر ان دونوں اصحاب رسول کے مزارات کھولے جائیں گے۔

اخبارات میں یہ حال شائع ہوتا تھا کہ تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی، رائٹر اور دوسری خبر رساں ایجنسیوں نے اس خبر کو تمام دنیا میں پہنچا دیا۔ حسنِ اتفاق دیکھئے کہ ان دنوں موسمِ حج ہونے کے باعث تمام دنیا سے مسلمان حج کے لئے حرمین میں جمع ہو رہے تھے۔ جب انہیں یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے شاہ عراق سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مزارات حج کے چند روز بعد کھولے جائیں تاکہ وہ بھی شرکت کر سکیں۔ اسی طرح حجاز، مصر، شام، لبنان فلسطین، ترکی، ایران، بلغاریہ، افریقہ، ہندوستان، روس وغیرہ وغیرہ ملکوں سے شاہ عراق کے نام بے شمار تار پہنچے کہ ہم بھی جنازوں میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ مہربانی فرما کر مقررہ تاریخ چند روز بڑھا دی جائے۔

چنانچہ دنیا کے مسلمانوں کی خواہش پر یہ دوسرا فرمان جاری کر دیا گیا کہ اب یہ رسم حج کے دس دن بعد ادا کی جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی خواب میں اہل مزارات کی عجلت کی تاکید کے پیش نظر احتیاطی تدابیر بھی کی گئیں کہ پانی مزارات تک پہنچنے نہ پائے۔

دوشنبہ کے دن بارہ بجے کے بعد لاکھوں افراد کی موجودگی میں مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے مزار میں کچھ پانی آ چکا تھا اور جابرؓ کے مزار میں نمی پیدا ہو چکی تھی۔ حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے کم از کم دو فرلانگ دور تھا۔

تمام ممالک کے سفیر، عراق حکومت کے تمام ارکان اور شاہ فیصل کی موجودگی میں پہلے حضرت حذیفہؓ کی نعش مبارک کو کرین کے ذریعے زمین سے اس طرح اوپر اٹھایا گیا کہ ان کی نعش کرین پر نصب کئے ہوئے اسٹریچر پر خود بخود آ گئی۔ اب کرین سے اسٹریچر کو الگ کر کے شاہ فیصل، مفتی اعظم عراق، وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور پرنس فاروق ولی عہد مصر نے کندھا دیا اور بڑے احترام سے ایک شیشہ کے تابوت میں رکھ دیا۔ پھر اسی طرح حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی نعش مبارک کو مزار سے باہر نکالا گیا۔

نعش ہائے مبارک کا کفن اور ریش مبارک کے بال تک بالکل صحیح حالت میں تھے۔ نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہرگز نہیں ہوتا تھا کہ یہ تیرہ سو سال قبل کی نعشیں ہیں بلکہ گمان یہ ہوتا تھا کہ شاید انہیں رحلت فرمائے دو تین گھنٹے سے زائد وقت نہیں گزرا، سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوں حضراتؓ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی زیادہ چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں، لیکن ان کی نظریں اس چمک کے سامنے ٹھہرتی ہی نہ تھیں ٹھہر بھی کیسے سکتی تھیں؟

بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے ایک جرمن ماہر چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا اس تمام کارروائی میں بڑی دل چسپی لے رہا تھا اس نے جو یہ منظر دیکھا تو اس سے اتنا بے اختیار ہوا کہ ابھی نعش ہائے مبارک تابوتوں ہی میں رکھی گئی تھیں کہ آگے بڑھ کر مفتی اعظم عراق کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: آپ کے مذہب اسلام کی حقانیت اور ان صحابہ کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ میں مسلمان ہوتا ہوں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اس موقع پر ایک جرمن فلم ساز کمپنی نے دور دراز سے آئے ہوئے مشتاقانِ دید پر احسان کیا کہ اس نے شاہ عراق کی منظوری سے اپنے خرچ پر عین مزارات کے اوپر دو سو فٹ بلند فولاد کے چار کھمبوں پر کوئی تیس فٹ لمبا اور بیس فٹ چوڑا ٹیلی ویژن کا سکرین لگا دیا۔ بلکہ کھمبوں کے چاروں طرف بھی چھت سے ملحق چار سکرین لگا دیئے اس سے یہ فائدہ ہوا کہ ہر کوئی اپنی جگہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر مزارات کے کھلنے کے وقت سے آخر وقت تک کی تمام کارروائی دیکھتا رہا۔

دوسرے دن بغداد کے سینماؤں میں اس واقعہ کی فلم دکھائی گئی۔ اس واقعہ کے فوراً بعد بغداد میں کھلبلی مچ گئی اور بے شمار یہودی اور نصرانی خاندان بلا کسی جبر کے جوق در جوق مسجدوں میں قبول اسلام کے لئے آتے تھے۔

یہ "چشم دید معجزہ" اگلے زمانے کا تاریخی واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے ہی زمانہ کا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ اس کو زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا ۱۹۳۲ء میں اس معجزہ کا ظہور ہوا ہے اس کو ہر مذہب و ملت اور کئی ممالک کے افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس کی دنیا کے اخباروں نے جلی عنوانات سے تشہیر کی ہے

(ماخوذ از صدق ۱۹)

خطبہ جمعہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۶۴ء

منافقوں کے چھ امراض

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امّا بعد۔ فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَ ھُوَ خَادِعُھُمْ ۚ وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ ۖ لَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ سَبِیْلًا ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۝ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا ۝

(پارہ ۵۔ سورہ النساء آیت ۱۴۲ تا ۱۴۵)

ترجمہ :۔ منافق اللہ کو فریب دیتے ہیں اور وہی) اُن کو فریب دے گا اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست بن کر کھڑے ہوتے ہیں ۔ لوگوں کو دکھاتے ہیں ۔ اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں ۔ کفر اور ایمان کے درمیان ڈانواں ڈول ہیں ۔ نہ پورے اس طرف ہیں اور نہ پورے اُس طرف اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کے واسطے ہرگز کہیں راہ نہیں پائے گا ۔ اے ایمان والو ! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ ۔ کیا تم اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لینا چاہتے ہو ۔ بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے درجہ میں ہوں گے اور تو اُن کے واسطے کوئی مددگار ہرگز نہیں پائیگا ۔

حاشیہ شیخ الاسلام رحؒ

یعنی (منافقین) دل سے کافر ہیں اور ظاہر میں مسلمان تاکہ دونوں طرف کی مضرت اور ایذا سے محفوظ رہیں اور دونوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں ۔ حقتعالیٰ نے ان کی اس دغابازی کی یہ سزا دی کہ ان کی تمام شرارتوں اور مخفی خباثتوں کو اپنے نبی پر ظاہر فرما کر ایسا ذلیل کیا کہ کسی قابل نہ رہے اور سب دغابازی مسلمانوں پر کھل گئی اور آخرت میں جو اُس کی سزا ملے گی وہ بھی ظاہر فرما دی (چنانچہ آیاتِ آئندہ میں ذکر آتا ہے) خلاصہ یہ کہ اُن کی دھوکہ بازی سے تو کچھ نہ ہوا اور اللہ نے ان کو ایسا دھوکے میں ڈال دیا کہ دنیا و آخرت دونو غارت ہوئیں ۔ نماز جو نہایت ضروری اور خالص عبادت ہے اور اس کے ادا کرنے میں جانی مالی کسی مضرت کا بھی اندیشہ نہیں منافق لوگ اس سے بھی جان چراتے ہیں ۔ بمجبوری لوگوں کو دکھانے کو اور دھوکہ دینے کو پڑھ لیتے ہیں کہ اُن کے کفر کی کسی کو اطلاع نہ ہو ۔ اور مسلمان سمجھ جاویں ۔ پھر ایسوں سے اور کسی بات کی کیا توقع ہو سکتی ہے اور وہ کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں ۔ (نیز) منافقین تو بالکل تردّد اور حیرت میں گرفتار ہیں ۔ نہ ان کو اسلام پر اطمینان ہے نہ کفر پر ۔ سخت پریشانی میں مبتلا ہیں ۔ کبھی ایک طرف جھکتے ہیں کبھی دوسری طرف اور اللہ جس کو بھٹکاتا اور گمراہ کرنا چاہے اس کو نجات کا راستہ کہاں مل سکتا ہے (علاوہ ازیں) مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرنا دلیل ہے نفاق کی جیسا کہ منافقین کرتے ہیں ۔ سو اے مسلمانوں ! تم ایسا ہرگز مت کرنا ورنہ خداوند تعالیٰ کا صریح الزام اور پوری حجّت تم پر قائم ہو جائیگی کہ تم بھی منافق ہو ۔ اور منافقوں کے لئے دوزخ کا سب سے نیچا طبقہ مقرر ہے اور کوئی ان کا مددگار بھی نہیں ہو سکتا کہ اُس طبقہ سے اُن کو نکالے یا عذاب میں کچھ تخفیف کرا دے مسلمانو کو ایسی بات سے دُور رہنا چاہئے ۔

حاصل

یہ ہے کہ ان آیات میں منافقین کے چھ امراض بیان کئے گئے ہیں :۔

۱۔ خدع ۔ مطلب یہ ہے کہ منافق بزعم خود اللہ کو اور اللہ کے بندوں کو دھوکہ دیتے ہیں لیکن درحقیقت خود دھوکہ کھا رہے ہیں مگر محسوس نہیں کرتے ۔

۲۔ نماز پڑھتے ہیں مگر انتہائی مرے دل کے ساتھ تھکے ماندوں کی طرح اور سستی سے ۔ شوق اور پھرتی کے ساتھ جی لگا کر نہیں پڑھتے ۔

۳۔ ان کی نماز میں کوئی خلوص نہیں ہوتا محض دکھلاوا اور ریا ہوتی ہے ۔

۴۔ اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں ۔

۵۔ ایمان اور کفر کے درمیان لٹکے رہتے ہیں نہ دل سے ایمان قبول کرتے ہیں نہ کھل کر کفر کا ساتھ دے سکتے ہیں ۔

۶۔ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں ۔

منافقین کی سزا

قرآن مجید کے مختلف مقامات کی [illegible] جائے تو یہ بات واضح طور پر [illegible] آ جاتی ہے کہ منافق لوگ کافروں [illegible] سے بھی زیادہ خطرناک اور [illegible] چنانچہ ان کو دوزخ کے نیچے کے [illegible] میں داخل کیا جائے گا ۔ جہاں [illegible] عذابوں کے علاوہ جو اوپر کے [illegible] میں ہیں اِن کو الگ عذاب دیا [illegible] اور وہ عذاب دوسرے تمام [illegible] کا مجموعہ ہوگا ۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے عبرت نصیحت کے لئے منافقوں کی سزا [illegible] اُن کے بُرے انجام کا بار بار تذ[illegible] کیا ہے اور یہ بات خاص طور [illegible] قابلِ غور ہے کہ اگر کافروں کے [illegible] عذابِ عظیم کا ذکر ہے تو منافق[illegible] لئے عذابِ الیم کا اعلان ہے ۔ [illegible] کفّار کے لئے جہنم کی سزا [illegible] منافقوں کو درک الاسفل ([illegible] سب سے نچلے گڑھے) کی [illegible] گئی ہے ۔

بزرگانِ محترم !

نفاق کا مرض اُسی وقت [illegible] ہے جبکہ دل میں خوفِ خدا اور [illegible]

اخلاص نہ ہو۔ اگر دل میں خشیتِ الٰہی اور نیّت میں خلوص ہو اور انسان جو کام کرے خالص اللہ کی رضا کے لئے کرے تو نفاق کا مرض پاس بھی نہیں پھٹک سکتا۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عمل بغیر اخلاص کے ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک جسم بغیر روح کے یا تصویر بغیر جان کے ــــ چنانچہ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اعمال عنداللہ مقبول ہوں اور وہ جسم بے روح کی مانند نہ ہوں تو ہمیں اپنے اندر خلوص پیدا کرنا چاہیے اور اپنا ہر کام اللہ جل شانہٗ کی رضا کے لئے کرنا چاہیے۔ آیاتِ مذکورہ بالا میں بیان کردہ منافقین کے چھ امراض یا منافقوں کی چھ ظاہری علامتیں صرف اخلاص کے فقدان کا نتیجہ ہیں اگر نیتوں میں خلوص اور خدا پر اعتماد و یقین ہو تو انسان نہ تو خدا سے دھوکے کی ٹھان سکتا ہے، نہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی و کسل مندی کا ارتکاب کر سکتا ہے، نہ ریاء کا مرتکب ہو سکتا ہے، نہ ذکر اللہ میں کمی کر سکتا ہے، نہ تذبذب میں مبتلا رہ سکتا ہے اور نہ ہی کفار و منافقین سے دوستی کی پینگیں بڑھا سکتا ہے ... فاصلہ ہے۔

ریاء یا دکھلاوے کا مرض

اگر غور سے دیکھا جائے اور اعمال کی حقیقت پر نگاہ دوڑائی جائے تو ریاء کا مرض نہایت ہی خطرناک نظر آئیگا۔ درحقیقت دوسرے کئی امراض اس کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ مرض اس لئے خطرناک ہے کہ غیر شعوری طور پر اچھے لوگوں کو بھی کھا جاتا ہے۔ اور اس سے بچنا بھی انتہائی مشکل ہے۔ حکیم کائنات فخر موجودات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا ہے:۔

عن محمودؓ بن لبید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر قالوا یا رسول اللہ وما الشرک الاصغر قال ... (رواہ احمد)

ترجمہ:۔ محمودؓ بن لبید کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز سے تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں وہ شرکِ اصغر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے؟ فرمایا "ریاء"

شرکِ خفی

عن ابی سعیدؓ الخدری قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نتذاکر المسیح الدجال فقال الا اخبرکم بما هو اخوف علیکم عندی من المسیح الدجال فقلنا بلیٰ یا رسول اللہ قال الشرک الخفی ان یقوم الرجل فیصلی فیزید صلوته لما یریٰ من نظر رجل (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ ابی سعیدؓ کہتے ہیں کہ ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا۔ خبردار! کیا تم کو ایک اور بات بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح دجال سے خطرناک ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا (وہ خطرناک چیز) شرکِ خفی ہے۔ کہ آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور نماز کو زیادہ کر دیتا ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی اس کو دیکھ رہا ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:۔

عن شدادؓ بن اوس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی یرائی فقد اشرک ومن صام یرائی فقد اشرک ومن صام یرائی فقد اشرک ومن تصدق یرائی فقد اشرک (رواہ احمد)

ترجمہ:۔ شداد رضی اللہ عنہ بن اوس کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس شخص نے دکھلاوے کے لئے نماز پڑھی اُس نے شرک کیا۔ جس نے دکھلاوے کو روزہ رکھا اُس نے بھی شرک کیا اور جس نے دکھلانے کے لئے خیرات کی اس نے بھی شرک کیا۔

قرآن عزیز

میں اسی لئے جہاں منافقین مکہ کا ذکر ہوا ہے وہاں یہ وضاحت موجود ہے کہ وہ زبان سے تو آمنا باللہ وبالیوم الآخر کا دعویٰ کرتے تھے اور ساتھ ہی نشہد انک لرسول اللہ کی زبانی رٹ بھی لگاتے تھے۔ مگر خدائے قدوس جو دلوں کے بھید جاننے والے ہیں ان کے پہلے اقرار پر وما ھم بمومنین کہہ کر اور دوسرے اقرار پر ان المنٰفقین لکٰذبون کا فیصلہ دے کر ان کی تردید فرماتے ہیں۔ کیونکہ دکھاوے کے لئے عمل کرنا شرک ہے۔ اور شرک خداوند قدوس جل شانہٗ کو کسی طرح پسند نہیں۔

برادرانِ اسلام!

یاد رکھئے! عبادت سے خوشنودیٔ مولا مطلوب ہونی چاہیے۔ لیکن ریاء یا دکھلاوہ کا عمل مخلوق کی خوشنودی پر مبنی ہوتا ہے۔ اسی واسطے یہ اللہ کو پسند نہیں۔ پوشیدہ عبادتیں اللہ کو بہت زیادہ پسند ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض اللہ کی رضاء اور اس کی خوشنودی کے لئے کی جاتی ہیں۔ روزہ اور انفاق فی السّر کی تعریف بھی پوشیدہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ کتاب و سنت اور اسلاف کی تعلیمات سب اس پر شاہد ہیں کہ دکھلاوے کے اعمال اللہ عزّوجل کے نزدیک بدترین اعمال ہیں۔ اور قیامت کے دن منہ پر مارے جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اعمال کی نگہبانی کرنے والے فرشتے بندہ کے اعمال (نماز روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں۔ آواز ان کی باریک شہد کی مکھی کی طرح اور نور ان کا چمکتے ہوئے سورج کی طرح ہوتا ہے۔ اُن کے ساتھ تین ہزار اور فرشتے بھی ہوتے ہیں جو ان اعمال کو منظوری کی غرض سے آسمان پر لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن آسمان کے چوکیدار فرشتے اُن سے کہتے ہیں کہ یہیں رُک جاؤ۔ واپس جا کر یہ اعمال بندے کے منہ پر مارو اور اس کے دل پر قفل لگا دو کیونکہ ہماری ڈیوٹی یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو ریاء کے لئے کیا گیا ہو آگے نہ جانے دیں یہ عمل جو اس وقت لائے ہو، اسی قسم کا ہے۔ اور اس کے کرنے والے نے یہ محض دکھاوے کے لئے کیا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اعلان ہوگا کہ جس نے جس کے لئے دنیا میں کام کیا تھا اس سے جا کر اجر لے لے مگر وہاں سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی نہ ہوگا پس جو عمل بھی کیا جائے اُسے فقط

ہدایت کا قرآنی مفہوم

از محمد داؤد امواوی

نیکی کی طرف راستہ دکھانے کو ہدایت کہتے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال زیادہ تر خیر و نیکی کے مواقع پر ہوتا ہے۔ لفظ "ہدیہ" بھی اسی سے مشتق ہے اور ہدیہ کو ہدیہ کہنے کی غرض بھی یہی ہے کہ وہ بھی محبت کے خیال کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح "ہوادی الوحوش" ہمیشہ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو ریوڑوں کے آگے جاتے ہوں گویا کہ ان کی وہ رہنمائی کرتے ہیں۔

"ہدایت" کا استعمال قرآن کریم میں کئی اسالیب سے ہوا ہے۔ اس لفظ کی گہرائیوں پر غور کیا جائے تو اس کے بہت سے معانی و مفہوم ظاہر ہوتے ہیں اور اس کا ادراک اسی وقت بخوبی ہو سکتا ہے جب کہ پورے کا پورا قرآن ہماری نظروں کے سامنے ہو۔ چنانچہ کبھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لفظ ارشاد و توفیق کے مفہوم میں بولا گیا ہے۔ کبھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا استعمال الہام، توفیق، ارزاق و اعطاء وغیرہ کے مفہوموں میں ہوا ہے۔ اسی سبب سے علماء مفسرین اور سلف رحمہم اللہ نے ہدایت کی بہت سی قسمیں بیان کی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ ہدایت کی وہ تمام قسمیں کہیں نہ کہیں ضرور پائی جاتی ہیں۔

سلف کے بتائے ہوئے مفہوم پر جہاں تک بھی ہم غور کریں گے اور جس قدر بھی تدبر و تفکر سے کام لیں گے۔ نئے نئے معانی اور نکات آشکارا ہوتے جائیں گے۔ چنانچہ ان کی رائے میں ہدایت الٰہی کے مختلف مراتب اور درجات ہیں اور انہیں مراتب و درجات کی بنا پر اس کی مختلف قسمیں بھی ہیں ان میں سے چند کے متعلق ہم اپنے مضمون میں بحث کرتے ہیں۔

(۱) ہدایتِ طبعی یہ ہدایت کی وہ قسم ہے جس سے کوئی جاندار بھی محروم نہیں اور جو پیدا ہونے کے ساتھ ہی اسے مل جاتی ہے۔ گویا کہ وہ اس کی فطرت میں ودیعت ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عام بخشش ہے جو تمام کائنات کو شامل ہے اس کی نشان دہی اس آیت میں کر دی گئی ہے۔ رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (ترجمہ) خدا کی وہ ذات ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش بخشی اور پھر اس کی رہنمائی کی۔

مطلب یہ ہے کہ ہر شئے کو ایسی صورت اور ساخت عطا کی کہ ایک دوسرے سے امتیاز ہو گیا۔ ہر عضو کو مناسب شکل سے آراستہ کیا ہر وجود کو خاص بناوٹ سے سرفراز کیا۔ پھر جن کاموں کے لئے ان کو پیدا کیا تھا ان کی رہنمائی اور ہدایت کی۔ یہ حیوانی ہدایت ہے جس کے ذریعہ ہر جاندار اپنے نفع کو حاصل کرتا ہے اور نقصان سے بچتا ہے۔ ذرا نگاہِ تفحص سے دیکھئے تمام حیوانات، نباتات، جمادات اور اعضائے انسانی نعمت ہدایت سے کس طرح مالا مال ہیں۔ ان میں خواہ صورت و نوع کے لحاظ سے کتنا ہی فرق کیوں نہ ہو۔ قدموں کو چلنے، ہاتھوں کو پکڑنے، زبان کو بولنے، کان کو سننے اور آنکھ کو دیکھنے کی ہدایت عطا فرمائی ہے۔ حیوانات میں سے ہر جوڑا اس فطری ہدایت کی بناء پر صنفی تعلقات۔ بقائے نسل اور تربیت اولاد کی طرف مائل ہوتا ہے۔ بچہ خود بخود اس ہدایت کی بدولت ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرتا ہے۔ شہد کی مکھی کو دیکھو کس طرح پہاڑوں، درختوں اور مکانوں میں اپنا گھر بناتی ہے اور خدا کی ہدایت کے مطابق اپنا پروگرام پورا کرتی ہے اپنی راہ اور روش سے ہٹنا نہیں جانتی اپنی سردار (ملکہ) کی پیروی کرتے ہوئے کس خوبی اور کمال سے اپنا مضبوط اور خوشنما چھتہ تعمیر کر لیتی ہے۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا گیا۔

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا

(ترجمہ) ہم نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی وہ اپنے عطا شدہ قویٰ کو کام میں لا کر پہاڑوں اور درختوں میں گھر بنائیں۔

پھر زمین کے متعلق فرمایا کہ:۔

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا

(ترجمہ) آج کے دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔ بایں طور کہ تیرا پروردگار اس کی (زمین کی) طرف وحی کرے گا۔

قرآن میں بعض جگہ ہدایت کی تعبیر لفظِ وحی سے بھی کی گئی ہے۔ اس لئے یہاں اسی اسلوب سے کام لیا گیا ہے اور یہ ہدایت کی وہ قسمیں ہیں جن کا پھیلاؤ بہت دور دور تک چلا گیا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو قانون ہدایت میں کائنات کا ایک ایک ذرہ جکڑا ہوا نظر آئے گا۔ ہر چیز پیدائش کے وقت سے لے کر ہمیشہ اس کی پیروی کرنے کے لئے مجبور ہے۔

آفتاب، ماہتاب، حیوانات، نباتات، جمادات میں کسی چیز کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کے لئے جو قدرت نے لگا بندھا نظام بنا دیا۔ اس سے سرمو بھی انحراف کر سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہدایتِ طبعی کی وسعت بے شمار ہے جس کا کوئی پایاں نہیں۔

وَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا۔

(ترجمہ) اور ہم نے ہر جاندار کو اس کی ہدایت بخشی ہے

(۲) ہدایتِ عقلی اس سے مراد وہ ہدایت ہے، جس سے انسان اپنے مصالح کی طرف راہ پانے میں قدرت پاتا ہے اور یہ اس کے ظاہری و باطنی حواس کی وابستگی اور صالحیت پر منحصر ہے اور اس کی صلاحیتوں کے اعتبار سے بلکہ برابر ترقی کرتا رہتا ہے۔ اس ہدایتِ عقل کی بنا پر انسان حق و باطل کے دونوں پہلوؤں کو سوچ سکتا اور موازنہ کر سکتا ہے اسی بناء پر فرمایا گیا ہے۔

وَهَدَیْنَاهُ النَّجْدَیْنِ

(ترجمہ) اور ہم نے ان کو دونوں راستے دکھا [illegible]

فَهَدَیْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْهُدٰی [illegible]

(ترجمہ) پھر ہم نے ان کو راہ دکھلائی تو [illegible] اور اندھے پن کو بینائی (یعنی ہدایت) پر ترجیح [illegible]

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۔ [illegible]

(ترجمہ) اس کو اللہ نے اس کا فجور و تقویٰ دو [illegible] دیئے۔ یعنی انسان کے سامنے دونوں کو کھول [illegible] اور انہیں بتلا بھی دیا۔ [illegible]

وغیرہ آیاتِ کریمہ میں ہدایت کی اس [illegible] کے طرف اشارات کئے گئے ہیں۔ [illegible]

مقصد یہ ہے کہ خیر و شر، نجات و [illegible] ازلی عذاب کی راہوں کو بندوں پر واضح کر دی [illegible] گناہ کو یہ بتلا دینا کہ اس راہ میں تمہاری ابدی بلکہ پوشیدہ ہے، اور اس کے علاوہ دوسری [illegible] تمہارے لئے بدبختی اور تباہی کے سوا [illegible] اس ہدایت کے ماتحت ارشاد ہوتا [illegible]

اِنَّكَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [illegible]

(ترجمہ) بے شک آپ (حضور) لوگوں کو سیدھی را[illegible]

ہدایت کی یہ قسم منزلِ مقصود [illegible] صورت [illegible] والی کامل ہدایت کے ہم معنیٰ تو [illegible] ضرور ہے کہ جب یہ ہدایت حاصل [illegible] تو کامل ہدایت بھی حاصل ہو جاتی [illegible] گناہ [illegible]

(۳) ہدایتِ الہامی انسان باوجود [illegible] کے [illegible] اور اعضاء [illegible] چاہتی [illegible] کے کبھی کبھی فطرت کی شاہراہ [illegible] سے گزار[illegible] جاتا ہے اور قدرت نے اس [illegible]

کے لئے تخلیق کیا ہے۔ اس سے کوسوں وہ دور نکل جاتا ہے۔ ایسی صورت میں خدا نے اس کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث کیا۔ جنہیں وحی والہام کے ذریعہ ہدایت کی تلقین کی جاتی ہے اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کن طریقوں پر گامزن ہوکر وہ مقصد تخلیق کو پورا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کا مکمل ضابطہ کتاب کی شکل میں دے کر انسانوں کی طرف ہدایت کا پورا سامان کر دیا جاتا ہے اور اس ہدایت پر جب انسان پورے طور پر عمل پیرا ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ خدا کی نظر میں محبوب و کامیاب شمار کیا جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس زندگی کے وسیع صحرا میں انسان کے سامنے طرح طرح کی منزلیں آتی ہیں اور بسا اوقات اس کو یہ امتیاز کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ کونسی راہ فطرت کی اصلی اور حقیقی راہ ہے اور کونسی راہ اسے قعرِ ہلاکت میں گرانے والی ہے۔ پھر اس کے نفس کے اندر طرح طرح کے جذبات اور خواہشات چھپے ہوئے ہیں اس کے بطون میں ہوا و ہوس کی آندھیاں چلتی رہتی ہیں۔

اس کے دلوں کے اندر خواہشوں کا شیطان ترغیبات ابھاتا رہتا ہے۔ اسے فرضی و خود ساختہ اکساتی رہتی ہیں۔ اس حال میں انسان رفاقت سے کنارہ کشی اختیار کر لیتی ہے جذبات و خواہشات کے طوفانوں میں رفیق بجز اس کے کوئی نہیں ہو سکتا جسے وحی والہام یا ہدایتِ دین سے تعبیر کرتے ہدایت کے پا لینے کے بعد ہر قسم کے اندیشوں اور غم واندوہ سے نجات مل اس لئے قرآن میں فرمایا:۔

تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا یَحْزَنُوْنَ۔

تعلیم کی پیروی کرنے والوں پر نہ تو کسی قسم گا اور نہ وہ غمناک ہی ہوں گے۔ کے بندوں پر اسرار الٰہی کا انکشاف اور رف کا اظہار وغیرہ۔ اسی ہدایت (وحی) ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ

انبیاء کرام وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت پس انہیں کی پیروی کرو۔

پُر فریب تدابیر۔ اس کی زبردست کی راہوں کا سوجھنا۔ دشمن کے بالمقابل کا اختیار کرنا اسی ہدایت الٰہی کے ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا

ہماری راہ میں جہاد کریں گے ہم دشواریوں کو آسان کرنے کی تدابیر

دین کی راہ مضبوط اور بے ضرر راہ ہے خطرات کی تاریکیوں، ناکامیوں، اندھیروں، آفتوں سے پاک ہے۔ اس پر پڑ کر انسان بھٹک نہیں سکتا۔ راستہ کی بھول بھلیاں اس کو گم نہیں کر سکتی اور نہ اس پر نامرادیوں کی موت طاری ہو سکتی ہے۔ فرمایا:۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

(ترجمہ) یہ قرآن تو تمہیں ایسے راستہ کی طرف بلاتا ہے جو نہایت ہی محفوظ ہے اور مومنوں کو خوشخبری دیتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ انسانی زندگی ایک لمبے سفر کی مانند ہے، جس کی ابتدائی منازل بھی آنکھوں سے نہاں ہیں اور انتہائی منزلیں بھی نظروں سے اوجھل ہیں۔ اس کو اس دشتِ ناپیداکنار میں راہ دکھلانے سفر کی منزلوں کا نشان بتلانے، اٹکاؤ کے مقامات، بھٹکنے کی جگہوں، خطرات، مہالک، درندوں کی گھاتوں، غول بیابانی کی فریب کاریوں، سفر کی بھول بھلیوں اور پھر راحت و آرام کے مقامات، پانی کے چشموں، اور ہر یاول بھری چراگاہوں۔ سایہ دار درختوں کا پتہ بتلانے کے لئے ہدایت کا آفتاب قرآن جیسی عظیم الشان کتاب ہے۔ جس کی روشنی اور تابناکی میں ہر شخص منزلِ مقصود کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی طرف بے خطرہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن کریم کی ان آیتوں میں۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى۔

(ترجمہ) کہہ دے اے نبیؐ اللہ کی ہدایت اصلی ہدایت ہے

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ

(ترجمہ) یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا۔

(ترجمہ) وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جا بجا قرآن کریم کو نور، فرقان کتاب مبین۔ کہا گیا ہے اور خود پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کا آفتاب کہہ کر اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ اگر مقصد اصلی تک جانا ہو تو اس کی روشنی سے اکتساب کرو۔ چنانچہ فرمایا:۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔

(ترجمہ) اے نبی ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری لے جانے والا۔ ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چراغ روشن بنا کر بھیجا۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو صراطِ مستقیم سواء السبیل، الصراط السوی، سبیل اللہ، سبیل الرشد، سبیل الرب وغیرہ ناموں سے نامزد فرمایا۔

(۱) اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِیْمٍ (۲) وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۳) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ (۴) اِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (زخرف) (۵) قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ وَمَنِ اهْتَدٰى (طٰہٰ)

(ترجمہ) ۱- آپ بلاشبہ سیدھی راہ پر قائم ہیں۔ ۲- آپ بلاشبہ انہیں صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔ ۳- یہ میرا راستہ ہے سیدھا پس اسی پر چلو اور مختلف راہوں کو اختیار مت کرو۔ ۴- بے شک آپ سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں وہ راستہ اللہ کا راستہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا مالک ہے۔ ۵- اے پیغمبر ان کفار سے آپ کہہ دیں کہ ہر ایک شخص انتظار کرنے والا ہے، پس تم بھی منتظر رہو اور عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کون سیدھی راہ والے ہیں اور کون ہدایت یافتہ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں کوئی شخص بھی صحت و سلامتی کے ساتھ منزلِ مقصود کو نہیں پا سکتا جس کے ہاتھوں میں نبوت و رسالت کی روشنی نہ ہو۔ اور چونکہ انسان کو اپنی زندگی میں قدم قدم پر نئے نئے خطرات، نئے نئے امراض، نئی نئی ضروریات پیش آتی رہتی ہیں اس لئے اس کے لئے ہر لمحہ اپنے مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں یہ دعا کرتے رہنا چاہیئے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ اے اللہ ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت دے۔

صراطِ مستقیم سے مراد ایسا راستہ ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔ سہل اور آسان ہو، مضبوط اور بے خطر ہو اور ایسا سیدھا اور واضح ہو کہ جس پر چل کر منزلِ مقصود مل جائے۔

بخاری کی ایک حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے ایک سیدھا خط کھینچا۔ پھر اس خط کو کھینچ کر آپ نے فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس خط کے داہنے اور بائیں چند خطوط کھینچے اور پھر فرمایا یہ متفرق راستے ہیں اور ہر راستے کے سرے پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو ہر راہ رو کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔ یعنی یہ میرا سیدھا راستہ ہے بس اسی کی پیروی کرو۔ زندگی کی دشوار گزار منزل میں سیدھا راستہ اور سب سے مختصر راستہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہیں جو اس راستے پر مضبوطی کے ساتھ جم جائے گا۔ پھر وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ حکمت ہے جس کی بابت ارشاد ہوتا ہے۔

یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ۔

(ترجمہ) اے میری قوم میری پیروی کرو میں تمہیں ہدایت کی راہ بتلاتا ہوں

(باقی صـ ۱۶ پر)

گوشت پتھر کا ٹکڑا بن گیا

★ .... حاجی کمال الدین مدرسے سادار پوریشن محمود بوٹی لاہور

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کی خدمت میں کسی شخص نے ایک گوشت کا ٹکڑا (پکا ہوا) ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ چونکہ حضورؐ کو گوشت کا بڑا شوق تھا اس لئے حضرت اُمّ سلمہؓ نے خادمہ سے فرمایا کہ اس کو اندر رکھ دے شاید کسی وقت حضورؐ نوش فرمائیں۔ خادمہ نے اس کو اندر طاق میں رکھ دیا۔ اس کے بعد ایک سائل آیا اور دروازے پر کھڑا ہو کر سوال کیا کہ کچھ اللہ کے واسطے دے دو اللہ تعالےٰ تمہارے ہاں برکت فرمائے۔ گھر میں سے جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ (یہ اشارہ تھا کہ کوئی چیز دینے کے لئے موجود نہیں) وہ سائل تو چلا گیا۔ اتنے میں حضورؐ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اُمّ سلمہ میں کچھ کھانا چاہتا ہوں کوئی چیز تمہارے ہاں ہے؟ حضرت اُمّ سلمہ نے خادمہ سے فرمایا کہ جاؤ وہ گوشت حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دو۔ وہ اندر گئیں اور جا کر دیکھا کہ طاق میں گوشت تو ہے نہیں، سفید پتھر کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے۔ حضورؐ کو واقعہ معلوم ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے وہ گوشت چونکہ سائل فقیر کو نہ دیا اس لئے وہ گوشت پتھر کا ٹکڑا بن گیا۔

بڑی عبرت کا مقام ہے۔ ازواج مطہرات کی سخاوت اور فیاضی کا کوئی کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ایک ٹکڑا گوشت کا اگر انہوں نے ضرورت سے روک لیا اور وہ بھی اپنی ضرورت سے نہیں بلکہ حضورؐ کی ضرورت سے روکا تو اس کا یہ حشر ہوا اور یہ بھی حقیقتہً اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم حضورؐ کے گھر والوں کے ساتھ تھا کہ اس گوشت کا جو اثر فقیر کو نہ دینے سے ہوا اور حضورؐ کی برکت سے اپنی اصلی حالت میں گھر والوں پر ظاہر ہو گیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ضرورت مند سے بچا کر اور انکار کر کے جو شخص کھاتا ہے وہ اثر اور ثمرہ کے اعتبار سے ایسا ہے جیسا کہ پتھر کھا لیا ہو کہ اس سے اس چیز کا اصل فائدہ حاصل نہ ہو گا بلکہ سخت دلی اور منافع سے محرومی حاصل ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ بہت سی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہیں۔ لیکن ان سے وہ فوائد بہت کم حاصل ہوتے ہیں جو ہونے چاہئیں اور کہتے ہیں کہ چیزوں میں اثر نہیں رہا۔ حالانکہ حقیقت میں اپنی نیتیں خراب ہیں۔ اس لئے بدنیتی سے فوائد میں کمی ہوتی ہے۔

حضورؐ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ کے پاس داخل ہوئے تو ان کے سامنے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ بلال یہ کیا ہے؟ عرض کیا حضورؐ آئندہ کی ضرورت کے لئے ذخیرہ کے طور پر رکھ لیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ بلال تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اس کی وجہ سے کل کو قیامت کے دن جہنم کی آگ کا دھواں تم دیکھو۔ بلال خرچ کر ڈالو اور عرش والے (جلّ جلالہ) سے کمی کا خوف نہ کرو۔

ہر شخص کی ایک شان اور حالت ہوا کرتی ہے۔ ہم جیسے کمزور ضعیف الایمان ضعیف الیقین لوگوں کے لئے شرعاً اس کی گنجائش ہو بھی کہ وہ ذخیرہ کے طور پر آئندہ کی ضرورت کے لئے کچھ رکھ لیں لیکن حضرت بلالؓ جیسے جلیل القدر کامل الیقین کی یہی شان تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے کمی کا ذرا بھی خوف یا واہمہ نہ ہو۔ جہنم کا دھواں دیکھنے سے اس میں جانا لازم نہیں آتا لیکن ان لوگوں کے اعتبار سے کمی تو ضرور ہو گی۔ جن کو یہ بھی نظر نہ آئے اور کم سے کم حساب کا قصّہ تو لمبا ہو ہی جائے گا۔ بعض احادیث میں معمولی معمولی رقم ایک دو دینار کسی شخص کے پاس نکلنے پر بھی حضورؐ کی طرف سے جہنم کی آگ کی وعید وارد ہوئی ہے اور حساب کا معاملہ تو ہر شخص کے لئے ہے کہ جتنا مال زیادہ ہو گا اتنا ہی حساب طویل ہو گا۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں کثرت سے داخل ہونے والے فقراء ہیں اور وسعت والے ابھی رکے ہوئے ہیں اور جہنمی لوگوں کو جہنم میں پھینک دیا گیا۔ اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا، تو میں نے اس میں کثرت سے داخل ہونے والی عورتوں کو دیکھا۔ عورتوں کے جہنم میں کثرت سے داخل ہونے کی وجہ ایک اور حدیث میں آئی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ عید کے دن عیدگاہ میں تشریف لے گئے۔ جب عورتوں کے مجمع پر گزر ہوا تو حضورؐ نے عورتوں کو خطاب فرمایا کہ تم صدقہ بہت کثرت سے کیا کرو میں نے عورتوں کو بہت کثرت سے جہنم میں دیکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عورتیں لعنت (بددعائیں) بہت کرتی ہیں اور اپنے خاوندوں کی ناشکری بہت کرتی ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں عورتوں میں ایسی کثرت سے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ جس اولاد پر جان دیتی ہیں۔ ہر وقت ان کے آرام اور راحت میں لگی رہتی ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر ہر وقت بددعائیں دیتی ہیں۔ "تو مر جا تو گڑ جا تیرا ستیاناس ہو جائے وغیرہ" الفاظ ان کا تکیہ کلام ہوتا ہے اور [illegible] ناشکری کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ [illegible] کے تو جتنی بھی ناز برداری کرتا ہے [illegible] ہے میں وہ لاپرواہ ہی رہتا ہے۔ [illegible] ازلی غم میں مری رہتی ہیں کہ اس نے [illegible] اور گناہ کوئی چیز کیوں دے دی۔ باپ [illegible] نہیں بلکہ میں سے کچھ کیوں دیتا ہے۔ بہن بھائی ہو سلوک کیوں کرتا ہے۔ ایک اور [illegible] میں ہے کہ حضورؐ نے صلوٰۃ الکسوف [illegible] حدیث جنت کا مشاہدہ فرمایا تو دوزخ میں [illegible] ایسے سے عورتوں کو دیکھا۔ صحابہؓ نے [illegible] کی وجہ پوچھی تو حضورؐ نے ارشاد [illegible] احسان فراموشی کرتی ہیں۔ خاوند [illegible] کرتی ہیں۔ اگر تو تمام عمر ان [illegible] پر احسان کرتا رہے پھر کوئی [illegible] پیش آ جائے تو کہنے لگتی ہیں [illegible] تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں [illegible] یہ ارشاد بھی عورتوں کی عام [illegible] جتنا بھی ان کی ساتھ اچھا [illegible] اگر کسی وقت کوئی بات ان [illegible]

پیش آ جائے تو خاوند کے عمر بھر کے احسان سب ضائع ہو کر اس گھر میں مجھے کبھی چین نہ ملا تھا۔ ان کا خاص تکیہ کلام ہے۔ ان روایات سے عورتوں کے کثرت سے جہنم میں داخل ہونے کی وجہ معلوم ہونے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سے بچاؤ اور حفاظت کی چیز بھی صدقہ کی کثرت ہے چنانچہ اس عید والی حدیث میں ہے کہ حضورؐ جب یہ ارشاد فرما رہے تھے تو حضرت بلالؓ حضورؐ کے ساتھ تھے اور وہ صحابی عورتیں کثرت سے حضورؐ پاک کا ارشاد سننے کے بعد اپنے کانوں کا زیور اور گلے کا زیور نکال نکال کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں جس میں وہ چندہ جمع کر رہے تھے ڈال رہی تھیں۔ ہمارے زمانہ میں اوّل تو عورتوں کو اس قسم کی سخت حدیثیں سن کر خیال بھی نہیں ہوتا اور اگر کسی کو ہوتا بھی ہے تو پھر اس کا نزلہ بھی خاوند ہی پر گرتا ہے کہ وہی ان کی زکوٰۃ ادا کرے۔ ان کی طرف سے صدقہ کرے۔ اگر وہ خود بھی کریں گی تو خاوند ہی سے وصول کر کے۔ مجال ہے کہ ان کے زیوروں کو کوئی آنچ آ جائے۔ ویسے چاہے سارا ہی چوری ہو جائے۔ کھویا جائے، یا بیاہ شادیوں میں اور لغو تقریبات میں گروی رکھ کر ہاتھ سے جاتا رہے۔ مگر اس کو اپنی خوشی سے اللہ کے ہاں جمع کرنا اس کا [illegible]ت کہ نہیں۔ اسی حال میں ان کو چھوڑ [illegible] ہیں۔ پھر وہ وارثوں میں تقسیم ہو [illegible] ان میں فروخت ہوتا ہے۔ بنتے [illegible] گراں بنتا ہے۔ بکتے وقت، [illegible] جاتا ہے۔ لیکن ان کو اس [illegible] نہیں کہ یہ گھڑائی کے دام [illegible] رہے ہیں اور ان کو بنواتے [illegible] غرض یہ تڑوا کر وہ بنوا لیا وہ بنوا لیا۔ اور اپنے کام آنے والا [illegible] نہ یہ ہے اور بار بار تڑوانے [illegible] اضاعت کے علاوہ گھڑائی کی [illegible] ہوتی رہتی ہے۔

[illegible] مہاجرینؓ کے بارے میں [illegible] ہے کہ قیامت کے دن [illegible] اغنیاء سے چالیس سال قبل [illegible] بڑھ جائیں گے، حالانکہ ان [illegible] رفتار اور صدقات کی کثرت، [illegible] تو اندازہ کیا جا سکتا ہے [illegible] ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ [illegible]ی۔

[illegible] زندگی میں بھی مجھے مسکین رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت عطا کر۔ اور میرا حشر بھی مسکینوں کی جماعت میں فرما۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ کیوں (یعنی آپ مسکینی کی دعا کیوں فرماتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا کہ مساکین اپنے اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت میں جائیں گے۔ عائشہ مسکین کو نامراد واپس نہ کرو۔ چاہے کھجور کا ایک ہی ٹکڑا کیوں نہ ہو۔ عائشہ مساکین کو محبت رکھا کرو۔ ان کو اپنا مقرب بنایا کرو۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن تمہیں اپنا مقرب بنائیں گے۔ اگر تم وہ گوشت کا ٹکڑا مسکین کو دے دیتیں۔ تو وہ گوشت پتھر نہ بنتا۔ اے عائشہ لمبی لمبی امیدیں نہ رکھا کرو۔ دور دور کے منصوبے نہ سوچا کرو۔ آئندہ کے لئے جمع کرنے کی فکر میں نہ رہا کرو۔ اپنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور یہ سوچا کرو کہ نہ معلوم کتنے دن کی زندگی ہے تو پھر نہ تو زیادہ دور کی سوچ و فکر ہو نہ زیادہ جمع کرنے کی ضرورت ہو بلکہ اگر موت یاد آتی رہے تو پھر اس گھر کے لئے زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی فکر ہر وقت سوار رہے۔ اور اے عائشہ دیکھنا تمہیں خبر بھی ہے کہ یہ مال اور آل اولاد تو دنیا میں عذاب کا ذریعہ ہے۔ کہیں اولاد کی بیماری ہے۔ کہیں اُن پر مصائب ہیں۔ ان کے مرنے کا رنج و حسرت ہے۔ مال کے برباد ہونے اور لُٹ جانے کا فکر ہر دم سوار رہتا ہے چوری نہ ہو جائے۔ ڈاکہ نہ ڈال جائے۔ کوئی ناگہانی آفت نہ آ پڑے اور یہ سب چیزیں مسلمانوں پر بھی پیش آتی ہیں۔ لیکن مسلمان کے لئے چونکہ ہر تکلیف جو دنیا میں پیش آئے وہ آخرت میں اجر و ثواب کا ذریعہ ہے اس لئے وہ تکلیف نہیں رہتی بلکہ راحت ہے جس کے بدلے میں اس سے کہیں زیادہ مل جاتے اور جنکو آخرت میں ان مصائب کا بدلہ نہیں ہے ان کیلئے یہ دنیا کا عذاب ہی عذاب رہ گیا۔ اے عائشہ جو عطا خوشدلی سے

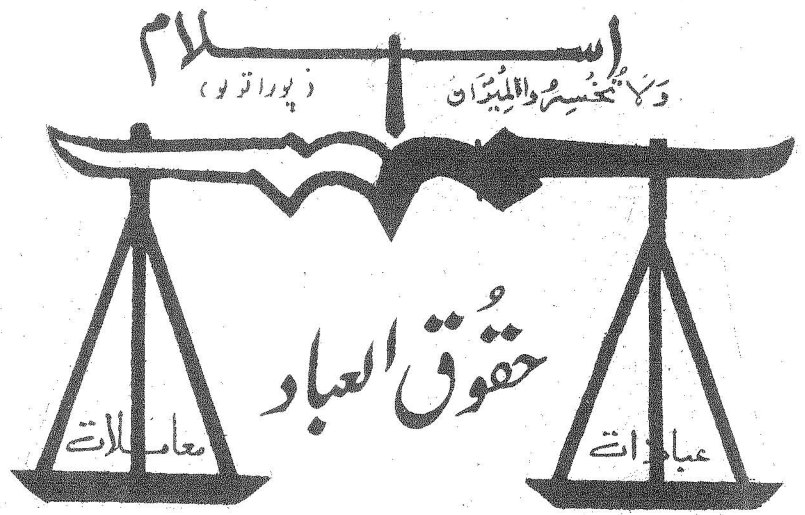
قبر سے آنیوالی خوشبو نے ماحول کو معطر کر دیا

اللہ کے ولی کی زندہ کرامت

ٹوبہ بذریعہ ڈاک مورخہ ۷، جمادی الثانی بروز بدھ خطیب جامع مسجد ٹوبہ ٹیک سنگھ کا انتقال پُرملال ہوا مرحوم کی قبر حضرت مولانا حافظ مفتی محمد ذکریا صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ والد محترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ لدھیانوی کے قدموں میں کھدوائی ابھی گورکن نے قبر کی کھدوائی شروع ہی کی تھی کہ اچانک حضرت مولانا محمد ذکریا صاحبؒ لدھیانوی کے مزار میں سوراخ ہوگیا اور مولانا موصوف کی قبر سے عجیب قسم کی خوشبو آنے لگی۔ جو اس سے قبل نہ دیکھی اور نہ سنی تھی۔ وہاں پر موجود ہمارے شہر کے علماء حق کے مخلص ترین عقیدت مند جناب لالہ فیروز الدین صاحب و دیگر احباب نے خوشبو کو سونگھا اور قبر کو کشادہ پایا اور پھر جلد ہی اس سوراخ کو بند کر دیا گیا یاد رہے کہ مولانا موصوف کے انتقال کو سترہ سال کا طویل عرصہ ہو چکا ہے۔ کیوں نہ ہو مولانا موصوف کا روحانی تعلق امام الاولیا حضرت سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون انبالہ سے تھا اور وہ خود اپنے وقت کے جیّد عالم حافظ اور مفتی شہر تھے۔ نیز مولانا موصوف کا حفظ قرآن بھی ایک زندہ کرامت تھی۔ وہ یہ کہ رمضان المبارک کا مہینہ قریب آ رہا تھا۔ لیکن نماز تراویح میں قرآن سنانے کے لئے کوئی حافظ موجود نہ تھا۔ مولانا موصوف کے خاندان کے بزرگ اس بات پر پریشان تھے۔ مولانا موصوف نے اسی وقت ارادہ کر لیا کہ قرآن پاک کو حفظ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اللہ کے فضل و کرم سے تین ماہ کے قلیل عرصہ میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا اور ایک رات میں نفلوں کی نماز میں پورا قرآن پاک سنا دیا اور پھر زندگی بھر پورے علاقے کے حفاظ مولانا سے قرآن پاک کا دَور کرنا باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے مولانا موصوف کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ یہ لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں عالم کتاب و سنت ہونے کے ساتھ ساتھ عامل بھی تھے اور جن کی زندگی کامیاب زندگی قرار دی گئی ہے اور آج عالم برزخ میں کتاب اللہ سے تعلق اور اللہ والوں کی نسبت کی برکت سے ان کے مزارات روضۃ من ریاض الجنۃ کے مصداق ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اپنا تعلق اپنے مقرب بندوں سے جوڑنے کی توفیق عطا فرمائے اور میدان محشر میں انہی کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔ بحرمت سید الاولین والآخرین سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ واولیاءہ اجمعین۔

ضیاء الدین احمد۔ رکن جمعیۃ علمائے اسلام
ٹوبہ ٹیک سنگھ (لائل پور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم



: از قلم محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور :

اسلام ایک عقیدہ ہی نہیں بلکہ ایک عملی مذہب ہے اور اسلام میں عمل ہی ذریعۂ نجات ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حقوق اللہ جن سے مراد عُبادات کلمہ: نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہیں اور دوسرے حقوق العباد جن سے مراد جملہ بنی نوع انسان والدین بیوی، بچے، خویش و اقارب، ہمسایہ اور احباب کے حقوق شامل ہیں صرف یہی نہیں بلکہ جملہ مخلوق یعنی حیوان تک کے حقوق بھی شامل ہیں۔ اور یہی دین اسلام ہے۔ جس طرح ترازو کو مساوی اور متوازن رکھنے کے لئے اس کے دونوں پلڑوں کا ہم وزن ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ایمان کے ترازو کو صحیح رکھنے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ان دو میں سے کسی ایک میں کمی بیشی کمزور ایمان کی نشانی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جس طرح بجلی روشن کرنے کے لئے دونوں تار مثبت اور منفی ضروری ہیں۔ اسی طرح دل کو نورِ ایمان سے منور کرنے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں لازمی ہیں یعنی جہاں اسلام میں عبادات ضروری ہیں۔ وہاں خدا کی جملہ مخلوق سے انس و محبت اور رواداری بھی لازمی ہے۔ گویا اسلام میں محض ایمان کافی نہیں عمل کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت کی کامیابی کا انحصار ایمان و عمل پر ہی موقوف ہے۔ جیسا کہ قرآن میں وَالذین آمنو وعملو الصٰلحٰت" کے الفاظ بار بار آتے ہیں۔ جن کا مفہوم علامہ اقبالؒ نے ایک شعر میں یوں ادا کیا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

بلکہ بعض بزرگوں کے نزدیک تو عبادات کی نسبت حسنِ معاملات اشد ضروری ہیں کیونکہ کہنے کو تو عبادات حقوق اللہ ہیں۔ اور عین فرض ہیں۔ لیکن درحقیقت نماز روزہ حج اور زکوٰۃ وغیرہ سب حسنِ معاملات رواداری ہمدردی انصاف سچائی اخوت اور انسانیت کی طرف راہنمائی بھی کرتے ہیں۔ مثلاً نماز جہاں ایک طرف، اتفاق۔ مساوات۔ پاکیزگی اور اطاعت امیر سکھلاتی ہے۔ تو دوسری طرف وقت کی پابندی۔ مستعدی اور قربانی کے جذبات بھی پیدا کرتی ہے۔ اور اس طرح اعلیٰ تمدن اور معاشرت کو تقویت بخشتی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ نماز ہر برائی سے روکتی ہے۔ گویا نیکی کی ترغیب دیتی ہے۔ ایسے ہی روزہ کو لیجئے۔ جہاں یہ ایک طرف مجاہدہ، قوت برداشت۔ ایثار و قربانی بھوک پیاس کی قدر اور صبر و شکر کی تربیت گاہ ہے۔ وہاں حج اور جہاد جیسی افضل عبادت کی طرف بھی عملی قدم ہے۔ اسی لئے روزے کے بعد حج اور حج کے بعد جہاد کا حکم آیا ہے گویا روزہ جہاد کی ابتدائی منزل ہے۔ اور جنگی نقطہ نگاہ سے یہ چیز اتنی مقبول ہے۔ کہ ملٹری میں بھی اس کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ روزہ انسان سے ہمدردی اور اُنس کی تعلیم دیتا ہے بھلا جس نے کبھی روزہ رکھا ہی نہیں وہ بھوک پیاس کی کیا قدر جان سکتا ہے۔

علاوہ ازیں جہاں رمضان میں ہم خدا کے حکم سے حلال چیزوں کے پاس بھی نہیں پھٹکتے وہاں باقی گیارہ مہینوں میں روزہ حرام چیزوں سے پرہیز بھی سکھلاتا ہے۔ اب ذرا زکوٰۃ کو لیجئے بھلا خدا تعالیٰ کو کسی صاحب نصاب کے روپے پیسے کی کیا ضرورت ہے صرف غریب کی حالت اچھی رکھنے اور امیر کی معیشت میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے زکوٰۃ کے نام پر غریب کی مدد ہے تاکہ امیر کی دولت خون کی طرح جسم کے ہر حصے (یعنی غریب) تک پہنچے۔ پھر خدا تعالیٰ اس مال کو اپنے حساب میں بطور قرض حسنہ بھی قبول فرماتا ہے غربا پروری کے علاوہ ایثار۔ ہمدردی اور قربانی کا ثواب اس کے سوا ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے زکوٰۃ کے سرمایہ کی حفاظت اور برکت مزید کا وعدہ بھی فرمایا ہے

بالکل یہی حال حج کا ہے۔ کہنے کو تو یہ حقوق اللہ میں شامل ہے لیکن مالی اور جانی قربانی۔ صبر و رضا اور مشقت وغیرہ کی جو تربیت حج میں ملتی ہے اصل میں وہی اسلام کی روح ہے اسی لئے حج تمام عبادات کی تکمیل ہے۔ پھر مکہ معظمہ کو جو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ جب دنیا بھر کے مسلمان ایک وقت۔ ایک لباس ایک شکل و صورت اور ایک ہی جذبے سے خدا کے گھر میں حاضری دیتے ہیں تو انما المؤمنون اخوۃ کی عملی تعبیر نظر آتی ہے۔ ان چند یوم کی رفاقت میل ملاقات اور افہام و تفہیم سے دینی اور دنیاوی معاملات تجارت و سیاست اور ذاتی تعلقات کا وہ رشتہ استوار ہوتا ہے کہ کوئی بین الاقوامی کانفرنس بھی اتنا اہم کردار ادا نہیں کر سکتی۔ (اخوت و مساوات اور اتفاق و اتحاد کی مثال تو اس سے بڑھ کر کوئی اور اسلامی فریضہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ تو جہاں نماز با جماعت نے ایک اتحاد کی بنیاد ڈالی تھی اور نماز جمعہ نے اس برادری کو وسیع کیا تھا اور نماز عیدین نے سارے شہر کو ایک پلیٹ فارم سے ایک ہی پیغام دیا تھا۔ وہاں حج نے روئے زمین کے مسلمانوں کو ایک فریضے کے ذریعے اخوت و مساوات کے ایسے روحانی رشتے میں پرو دیا جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ حقیقت ہے کہ کہنے کو تو ارکان خمسہ حقوق اللہ ہیں مگر درحقیقت وہ سب حقوق العباد کی تربیت گاہ ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ حقوق اللہ بھی دراصل حقوق العباد کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور یہی منشاء ایزدی ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیان

اصل میں اسلام میں نیکی کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ خاص عبادات کے علاوہ کسی کو راستہ بتانا۔ راستے سے کانٹا ہٹانا۔ سلام کہنا۔ دانت صاف رکھنا مسکرا کر ملنا اور تیمارداری کرنا وغیرہ ایسے کام بھی سب نیکی میں شمار ہیں گویا اس طرح ایک مسلمان چوبیس گھنٹے نیکی میں مصروف رہ سکتا ہے جہاں نماز ایک عبادت ہے۔ وہاں والدین اولاد اور دیگر اقارب کے حقوق ادا کرنے کے لئے "المحن" عبادت ہے بلکہ اگر ایک آدمی شبانہ روز یکمن ہم تو کرتا رہتا ہے لیکن وہ اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے دوسروں پر بار ہے تو اس کو لٹاتا ہے عام مزدور یا کسان بہتر ہے جو فقط ... ازلی کی ادائیگی کے بعد محنت اور تندھ ... گناہ ہے۔ پس انسانیت کی تکمیل کے ... بھی ان نہیں بلکہ ہے کہ انسان تو درکنار حیوان تک ... قید شامل ہو بھی رکھا جائے۔ قرآن اور احادیث میرے سورۃ ... کی تائید کرتے ہیں چنانچہ ایک اونٹ نے حضور ... حدیث کس مپرسی کی فریاد کی تو حضورؐ نے اونٹ کے ... ایسے بلا کر سمجھایا کہ اس جانور کا بھی تم پر حق ہے ... ٹھیک ہے کہ خداوند رحیم و کریم ہونے کی صورت قید اپنے حقوق سے تو چشم پوشی فرما سکتا ہے۔ لیکن ... شخص کی ذرا بھر حق تلفی اس وقت تک ... جب تک کہ مظلوم خود معاف نہ کرے ... جیسی ممتاز موت پر بھی حقوق العباد کی ... جیسے قرضہ وغیرہ، مطلب یہ ہے کہ ... اور حقوق اللہ دونوں ایسے ہی اہم ہیں ... کی روشنی کے لئے دونوں تار ہیں بلکہ ... میں بعض اوقات ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں ... گزریں

ہوتا ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی سے حقوق اللہ کا بدل بھی مل جاتا ہے۔

چنانچہ موفق نامی ایک شخص نے حج کی نیت سے پیسہ جمع کیا۔ لیکن حج کے دن اپنے ایک غریب ہمسائے کو بھوکوں مرتا دیکھ کر حج کی رقم اسے دے دی۔ تو خداوند کریم نے بغیر حج کئے اس کا حج قبول فرما لیا۔ اور اس کی خبر اپنے ایک ولی کے ذریعے اسے پہنچا دی۔ یہ ہے حقوق العباد کی اہمیت کی ایک مثال حقوق العباد میں سب سے پہلے والدین آتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر است
کعبہ بنگاہ خلیل آزر است
دل گزرگاہ جلیل اکبر است

والدین کے متعلق قرآن میں جا بجا ارشاد ہے وبالوالدین احسانا دراصل خدا اور رسول کے بعد والدین کا درجہ ہے کیونکہ خدا کے بعد وہی ہمارے پرورش کنندہ ہیں اسی لئے تو خداوند کریم نے ان کے حقوق اپنے ساتھ رکھے ہیں اور تاکید فرمائی ہے کہ والدین کے سامنے چوں تک بھی نہ کرو اور اُف تک بھی نہ کہو۔ بلکہ ان سے محبت، نرمی اور ادب سے پیش آؤ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بوڑھے ماں باپ کی طرف محبت سے دیکھنا ایک حج کا ثواب ہے اور پھر فرمایا کہ اگر کوئی سو دفعہ محبت سے دیکھے تو سو دفعہ حج کا ثواب ملے ہے ... خدا کے ہاں کوئی کمی ہے؟ مزید فرمایا ... ماں کے قدموں تلے ہے جس کا مطلب ... اف ہے کہ ماں کی حد درجہ خدمت کی ... وہ راضی ہو جائے۔ کتب احادیث ... مشہور واقعہ ہے کہ ماں کی نافرمانی کی وجہ ... صحابی علقمہؓ کی زبان پر جان کنی کے ... غرض ہی نہیں ہوتا تو حضورؐ اس کے لئے ... بنوا دیتے ہیں مگر جب ماں کی ممتا ... ت کر دیتی ہے تو اسی وقت اس کی ... کلمہ جاری ہو جاتا ہے اور اس کی جان ... ہے۔ دراصل والدین کا حق تو پورا ہو ہی نہیں ... حدیث شریف میں ہے کہ ایک دن جبرئیل نے فرمایا کہ جو شخص بوڑھے والدین پائے۔ ... ان کی خدمت کر کے جنت کا مستحق ثابت ... ہے اس پر خدا کی لعنت۔ چنانچہ حضورؐ نے ... ئید فرمائی اور آمین کہی۔ جب والدین کے ... اتنا حکم ہے تو والدین کا عاق جنت ... سے بن سکتا ہے اسی طرح والدین پر ... تربیت کے فرائض ہیں۔ فرمایا کہ جس ... کو پالا پوسا اور صحیح تربیت کی وہ ... اسی ضمن میں لکھا ہے کہ کس طرح

ایک ماں نے بچے کو انڈا چوری کرنے سے نہ ٹوکا تو آخرکار وہ اس بری عادت کی بدولت سزائے موت تک جا پہنچا اور آخری دن سرگوشی کے بہانے اپنی ماں کا کان کاٹ کھایا اور کہا ہے ماں مجھے پہلے ہی دن اس برائی سے منع کرتی تو مجھے آج یہ بُرا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اسی طرح والدین کے بعد ذوی القربیٰ آتے ہیں جن میں حسبی، نسبی روحانی ہمسایہ اور دور دراز تک کے سب رشتہ دار شامل ہیں۔ ان سب کے حقوق کی حفاظت بھی بہت ضروری ہے چنانچہ خداوند کریم نے ان میں سے غربا کو زکوٰۃ، خیرات اور صدقات کا حقدار فرمایا ہے یہ خداوند کریم کی کتنی رحمت ہے کہ انسان وافر پیسے سے خدمت بھی انہی لوگوں کی کرتا ہے جو اس کے اپنے اقارب ہیں اور دوسری جانب خداوند کریم کی خوشنودی بھی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح یتیم اور مسکین کے متعلق حکم ہے کہ انہیں کھانا کھلاؤ اور اگر کھلانے پلانے کی استطاعت نہیں رکھتے تو کم از کم محبت سے ان کے سر پر ہاتھ ہی پھیر دو یہ بھی نیکی ہے۔ یتیم کے مال کے متعلق خدا تعالیٰ نے حکم فرما دیا ہے کہ یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ۔ کیونکہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں گویا وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ آؤ ذرا ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں اور اندازہ کریں کہ کتنے لوگوں کی حق تلفی کی ہے۔ قتل سے کتنی عورتیں بیوہ اور کتنے بچے یتیم کئے ہیں کتنے لوگوں کا مال چوری، ڈاکہ اور رشوت سے کھایا ہے۔ کتنے لوگوں کو جھوٹی گواہی اور رشوت سے پھنسایا ہے ولا تاکلوا
اموالکم بینکم بالباطل وتدلوبھا الی الحکام

ترجمہ:۔ اور ایک دوسرے کا مال
آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ
اور نہ ہی اسے حاکموں تک پہنچاؤ

حقوق الزوجین :۔

اسلام نے میاں اور بیوی دونوں کے حقوق کو بھی بدستور محفوظ رکھا ہے۔ لیکن آج اس توازن میں فرق آ گیا ہے۔ میاں بیوی کے حقوق پامال کر رہا ہے اور بیوی خاوند کے حقوق کی حفاظت نہیں کر رہی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی دن رات عبادت میں تو محو رہتے لیکن گھر بار کی خبر نہیں لیتے تھے۔ حضورؐ کو علم ہوا تو اس سے فرمایا کہ تیری آنکھ تیرے جسم اور تیری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ تم سب کا حق ادا کرنے کے بعد ہی دین میں کامل ہو سکتے ہو۔ تم میں اچھا وہی ہے جو اہل خانہ سے اچھا ہے۔ روٹی، کپڑے کے علاوہ بیوی کو گھر میں ایک مقام ملنا چاہیئے اسی طرح اولاد کے حقوق ہیں کہ ان کی بہترین تربیت کی جائے اور ہر قیمت پر ان کے اندر اخلاق حسنہ پیدا کئے جائیں اسی لئے حکم ہے کہ سات سال سے دس سال تک بچے کو نماز کی ترغیب اور تربیت دو اور بارہ سال کے بعد باقاعدہ سختی سے عمل کراؤ لیکن آج ہم بچے کو جسمانی میل کچیل، میلے لباس اور ناخن و بال نہ کٹوانے سے تو فوراً ٹوکتے ہیں لیکن اندرونی میل جھوٹ چوری اور بری عادات سے بالکل نہیں روکتے۔ بلکہ بسا اوقات حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن بعد میں اس کے سنوارنے اور بگاڑنے کے ذمہ دار والدین ہی ہیں۔ والدین کو چاہیئے کہ بچپن میں ہی بچوں کے اخلاق کا خیال رکھیں۔ کیونکہ ان کی مثال نرم پودے اور نرم مٹی کی سی ہے۔ جس طرف لگا دو گے لگ جائے گی۔ لہٰذا نیکی یا برائی کی ذمہ داری والدین پر ہو گی۔ حضورؐ نے بھی اپنے آخری اور یادگاری خطبے میں بچوں اور عورتوں اور غلاموں کے حقوق کی کامل حفاظت کی تاکید فرمائی ہے ادھر قرآن پاک میں بھی نیک عورتوں کو حفظت اور قنتت اور ذکرات ایسے اچھے اچھے الفاظ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ غلاموں کے حقوق کی حفاظت اور ان سے شفقت کے متعلق حضرت زیدؓ کا واقعہ بہت مشہور ہے حضورؐ آپؓ پر اتنی شفقت فرماتے ہیں کہ حضرت زیدؓ نے والدین کی محبت پر حضور کی غلامی کو ترجیح دی۔ سبحان اللہ۔ یہ سب حضورؐ کی تربیت کے ثمرات تھے۔

ہمسایہ :

طوالت کے خوف سے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اسلام میں امیر و فقیر آقا و غلام، میاں اور بیوی، حاکم و محکوم ہر انسان حتیٰ کہ حیوان تک کے حقوق کی حفاظت ضروری ہے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ جب حضورؐ ہمسایوں کے حقوق کی بار بار تلقین فرماتے تو صحابہ کبارؓ ڈر جاتے کہ کہیں ہمسایوں کا وراثت میں ہی حصہ نہ بنا دیا جائے۔ ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کی اتنی تاکید ہے کہ اگر ایک آدمی ساری رات عبادت کرتا ہے۔ لیکن اس کا ہمسایہ بھوکا ہے تو اس کی عبادت کسی کام کی نہیں۔ چنانچہ بزرگان دین کی زندگی میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ انہوں نے خود تکلیف برداشت کر لی مگر ہمسایہ کو ہر قیمت پر خوش رکھا۔ امام ابو حنیفہؒ کا ایک ہمسایہ شور مچاتا اور آپ کی عبادت میں مخل ہوتا۔ ایک دن کسی جرم میں جیل بھیجا گیا تو امام موصوف گورنر کوفہ سے سفارش کر کے اس کو رہا کروا لائے۔ چنانچہ وہ آپ کے حسن اخلاق سے اتنا متاثر ہوا۔ کہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہو گیا اور بعد میں فقیہہ کے لقب سے

ممتاز ہوا۔

بزرگان دین لکھتے ہیں کہ کمال تو یہ ہے کہ ہمسایہ اگر غیر مسلم ہو تو بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ چہ جائیکہ ایک عام مسلمان بھائی کو ناراض رکھا جائے۔ جہاں تک کہ دال کو زور سے بھگار نہ لگانا بھی نیکی ہے تاکہ اس کی خوشبو سے ہمسایہ کے منہ میں پانی نہ بھر آئے اگر آپ اپنے بچوں کو پھل کھلاتے ہیں تو ہمسایہ کے بچوں کو بھی پھل دیں یا پھر اپنے بچے کو اندر بٹھا کر کھلا دیں تاکہ ہمسایہ کے بچے نہ دیکھ پائیں۔ بزرگان فرماتے ہیں کہ خدا کو عبادت سے حضور صلعم کو اطاعت اور مخلوق کو خدمت سے راضی رکھا جائے کمال یہ ہے کہ ان کے حق ادا کرو اور اپنے کسی حق کا مطالبہ بھی نہ کرو اور اگر کوئی آپ کا حق غصب کرے تو معاف کردو۔ مسلمانی یہی ہے۔ انسان کے حقوق کے علاوہ حیوانوں کے حقوق کے متعلق بھی خاص حکم ہے۔ آپ نے ایک عورت کا واقعہ سنا ہوگا۔ جو بڑی عابدہ تھی لیکن اس نے ایک جانور کو پیاسا مار دیا تو اس کی عبادت نامنظور ہوئی اور وہ مستحق عقوبت ٹھہری لیکن ایک دوسری عورت نے بلی کے ایک بچے کو سردی سے گرمائی پہنچا کر اس کی جان بچائی اور اپنے آپ کو بہشت کا حقدار ثابت کیا۔ گویا جانور کی خدمت کرنا تک بھی نیکی ہے۔ حضورؐ اپنے اونٹ کو خود مالش کرتے اور پانی پلایا کرتے تھے۔

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو بھی حکم فرمایا ہے۔ وہ انسان کی بھلائی اور بہتری پر مبنی ہے۔ چنانچہ جب خدائی احکام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ہر ایک قباحت سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ سوسائٹی اور معاشرہ پاکیزہ رہے۔ چنانچہ جھوٹی شہادت، بری نیت، بدگمانی، تکبر، چغلی، تجسس، ضد غصہ اور جھوٹ جیسی حرکات یعنی قلبی امراض سے خداوند کریم نے اسی لئے منع فرمایا ہے کہ ان برائیوں سے انسانی حقوق تلف ہوتے ہیں۔ بدظنی کو اثم یعنی گناہ فرمایا ہے اسی طرح ولا تجسسوا اور ولا یغتب بعضکم بعضا فرما کر تجسس اور چغلی سے بھی منع فرمایا ہے اسی طرح چوری، ڈاکہ، قتل زنا کاری، مکر و فریب، بدعہدی اور تلبیس و تزویر سے بھی انسانیت ہی تباہ ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں خداوند کریم کا فرمان ہے الفتنۃ اشد من القتل ذرا اس مختصر مگر جامع آیت قرآنی کے معانی اور رموز پر غور کریں اور سوچیں کہ فتنہ انگیزی اور شرارت انسانیت کے لئے کتنی نقصان دہ ہے جس قدر اس کے نقصانات زیادہ ہیں اس

علیم و حکیم ذات نے بھی اسی قدر شد و مد کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے اور اسے قتل سے بھی شدید اور بدتر قرار دیا ہے انسانیت فقط اسی سے عبادت نہیں کہ انسان ہر وقت خورد و نوش میں مصروف رہے بلکہ تکمیل انسانیت کے لئے خدا کے بندوں کے حقوق کا مکمل تحفظ انتہائی ضروری ہے اور یہ تحفظ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی کے ہر پہلو میں انتہائی صدق و دیانت سے کام لیں اور بندگان خدا کے حقوق کو پامال نہ کریں بلکہ ان سے ہمدردی کریں۔

حضرت صدیق اکبرؓ جب اپنی زندگی کے آخری ایام میں بستر علالت پر پڑے ہوئے حضرت فاروق اعظمؓ کو اپنا جانشین مقرر فرماتے ہوئے آپ انہیں جو نصیحت کرتے ہیں۔ وہ غور کے قابل ہے۔ آپ حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اے عمرؓ اگر بندوں کے حقوق پورے نہ کئے جائیں تو خداوند کریم رات کے نوافل بھی قبول نہیں فرماتا ایک اور بزرگ کا قول بھی ملاحظہ فرمائیں کہ زاہد شب زندہ دار سے ایک دیانت دار تاجر کا مرتبہ بلند ہے چنانچہ بزرگان سلف کی زندگی میں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ انہوں نے بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ علامہ اقبال کے نزدیک اصل انسانیت — انسانیت کی خدمت اور بھلائی میں مضمر ہے آپ فرماتے ہیں۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں پھرتے ہیں بنوں میں مارے مارے
میں اسکا بندہ بنوں گا جس کو تیرے بندوں سے پیار ہوگا

اب ذرا زندگی کے مختلف شعبوں میں حقوق العباد کی اہمیت اور تحفظ کے چند پہلو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تجارت :

اسلام میں تجارت کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ حضورؐ کی سنت ہے اور اس میں بڑی برکت ہے صحابہ کبارؓ میں سے بھی اکثر تاجر پیشہ تھے۔ لیکن موجودہ وقت میں تجارت کی اصل صورت بہت حد تک مسخ ہو چکی ہے دیانت اور راستی کی جگہ جھوٹ ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، فریب دھوکہ اور ناجائز منافع خوری ایسے قبیح افعال اس کے جزو لاینفک بن چکے ہیں جن کے ذریعے انسانی حقوق کو مجروح اور پامال کیا جا رہا ہے اب اگر ہم تجارت میں دیانت داری برتیں تو ایک طرف حضور کی سنت کی پیروی ہو گی اور دوسری بنی نوع انسانی کے حقوق کی حفاظت بھی "ہم خرما ہم ثواب"، اب ذرا اندازہ لگائیں کہ جو آدمی کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کر دیتا ہے اور اس کے اس فعل سے خدا معلوم کتنے

ہی انسانوں مختلف النوع امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ ایک ناقابل معافی جرم ہے کیا ہمارے بزرگوں کا یہی طریقہ تھا؟ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک ناقص تھان غلطی سے پوری قیمت پر بک گیا تو آپ نے سارے دن کی کمائی راہ خدا میں تقسیم فرما دی۔ دراصل اسی قسم کی تجارت خود ہمارے اور ہمارے معاشرے کے لئے سود مند ہو سکتی ہے آج کل کے تاجر بھی ذرا غور فرمائیں اور گریبان میں جھانکیں۔ ہم تو ضرورت کی اشیاء کو جان بوجھ کر روک رکھتے ہیں تاکہ اور مہنگی ہوں اور ہر چیز میں ملاوٹ تو معمول ہو چکا ہے۔

ملازمت :

دنیاوی کاروبار درست طور پر چلانے کے لئے ملازمت میں بھی دیانت اور فرائض کی صحیح بجا آوری نہایت ضروری ہے قرآن مجید میں خداوند کریم کا فرمان ہے ولا تخسروا المیزان پورا تولو، کم نہ تولو، تو اس کم تولنے سے مراد صرف تجارت ہی میں کم تولنا نہیں بلکہ زندگی کے تمام امور و فرائض کو بطریق احسن نہ نبھانا بھی کم تولنے کے مترادف ہے۔ مثلاً اگر کوئی مزدور یا ملازم تنخواہ کے مطابق مقررہ اوقات تک کام نہیں کرتا تو یہ بھی کم تولنا ہی ہے۔ اب ذرا اس حکم ایزدی کی مصلحت ملاحظہ فرمائیں تو اندازہ ہوگا کہ اگر معاشرہ کا ہر فرد اپنے فرائض کی بجا آوری اور تکمیل میں تندہی اور دیانت داری برتے تو یہ دنیا جسے ہم "دارالمحن" کہتے ہیں۔ جنت نشان بن سکتی ہے۔ لیکن ہم نے ملازمت کو پارٹ ٹائم اور تفریح دقتین کے کر رکھا ہے اور بغیر حساب کتاب کے کو لٹاتا ہے نہیں نکالا جاتا۔

قیدیوں سے سلوک :

اسلام قیدیوں کے حقوق کا بھی ان نہیں بلکہ اور خداوند تعالیٰ نے غلاموں کی طرح قیدشامل ہو بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے سورۃ [illegible] کی مشہور آیت اذا حکمتم بین الناس ان تحکم [illegible] حدیث ترجمہ:۔ نیک لوگ خدا کی رضا کے لئے [illegible] مسکین اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں جس سے یہی استدلال ملتا ہے قیدی خواہ کس قسم کا قید ہو پھر بھی قیدی ہے اور اس سے کیسا ہی [illegible] سلوک کیوں نہ کیا جائے قیدی [illegible] ہے۔ اس کے جذبات نہایت [illegible] ہوتے ہیں۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے

ہزاروں اسباب راحت ہوں اسیری پھر اسیری ہے
قفس میں آہی جاتا ہے خیال آشیاں اپنا

ذرا اسلام کے ابتدائی ایام میں [illegible] حسن سلوک کی ایک دو مثالیں ملاحظہ کریں۔

میں ستر کے قریب کفار قید ہوئے ان میں حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔ چنانچہ قیدیوں کو زنجیروں سے مسجد نبویؐ میں ستونوں سے باندھ دیا گیا اور حضورؐ نے خود بھی وہیں قیام فرمایا۔ رات کو حضورؐ نے حضرت عباسؓ کے کراہنے کی آواز سنی تو بے چین ہو گئے ادھر حضور ساری رات کروٹیں بدلتے رہے اور بار بار اٹھ کر قیدیوں کی زنجیروں کو دیکھتے اور انہیں ڈھیلا کرتے رہے صبح سارے قیدیوں سے اچھا سلوک فرمایا اور بڑے مشفقانہ انداز میں برائے نام فدیہ لے کر سب کو چھوڑ دیا جو نہ دے سکے اور ان سے صرف پڑھنے لکھنے کا کام لے کر آزاد فرما دیا۔ اسی طرح پھر جب کبھی قیدیوں کی تقسیم ہوتی تو حضورؐ صحابہ کو قیدیوں کا خاص خیال رکھنے کی تلقین فرماتے چنانچہ صحابہؓ بھی قیدیوں کا بہت خیال رکھتے حتیٰ کہ خود بھوکے رہتے۔ یا روکھا سوکھا کھاتے۔ مگر قیدیوں کو اچھا کھانا کھلاتے لعینہٖ اس زمانے کے قیدی بھی فی الواقع مثالی ہوا کرتے تھے چنانچہ حضرت زیدؓ قریش مکہ کی قید میں ہیں۔ اور جس گھر میں قید ہیں وہاں صاحب خانہ کا لڑکا کھیلتا کودتا آپ کے پاس پہنچ جاتا ہے جب لڑکے کی ماں باہر سے آتی ہے تو بچے کو قیدی کے پاس دیکھ کر گھبرا اٹھتی ہے کہ کہیں قیدی میرے بچے کو مار نہ ڈالے۔ مگر حضرت زیدؓ یہ کہہ کر اس کی پریشانی دور فرما دیتے ہیں کہ محترمہ گھبرا نہیں۔ بچے سب کے سانجھے ہیں اس کا کیا قصور ہے ہم مسلمان تو قصور وار کو بھی معاف کرنے والے ہیں چنانچہ وہ عورت یہ ... کر حیران رہ جاتی ہے کہ حضرت زیدؓ بچے ... کھلا پلا کر پیار کر رہے ہیں۔ حضرت زید ... اخلاق سے متاثر ہو کر وہ عورت اس ... جا کر اپنے خاوند سے کرتی ہے اور دونوں ... مسلمان ہو جاتے ہیں آج کل کے ... بنوا ... اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ... کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ جنگ یرموک ... پر حضرت سعدؓ نے آپ کو کسی جرم ... کیا مگر جب جنگ کا دن آیا تو مسلمان ... نے دیکھا کہ مسلمان مار کھا رہے ہیں۔ ... مسلمانوں کی ناکامی سے گھبرا اٹھا۔ اتفاق ... مسلمان سردار حضرت سعدؓ کی بیوی سلمےٰ ادھر ... یں۔ تو قیدی نے التجا کی کہ میں جنگ ... حالت نہیں برداشت کر سکتا۔ خدا را ... چکی۔ میں لڑائی کے بعد خود بخود واپس ... زنجیر ہو جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت سلمیٰ ... چھوڑ دیا اس مسلمان قیدی نے میدان ... کا پانسہ پلٹ دیا۔ حضرت سعدؓ ... کی وجہ سے دور بیٹھ کر اسلامی لشکر

کو ہدایات دے رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان شیر کی طرح جدھر جاتا ہے دشمن بھاگ اٹھتا ہے آخرکار مسلمان فتح مند ہوئے اور ابو محجان نے اپنی جگہ پہنچ کر پاؤں میں زنجیریں ڈال لیں۔ رات کے وقت حضرت سلمیٰ نے یہ ساری کہانی حضرت سعدؓ کو سنائی تو حضرت سعدؓ خوش ہو کر ابو محجان کو چھوڑ دیا کہ ایسے جوانمرد کو قید نہیں رکھنا چاہیئے۔

کیا مندرجہ بالا واقعات کار پرداز ان جیل اور قیدیوں کے لئے سبق نہیں ہیں بہرحال مختصر یہ کہ اسلام انسان و حیوان سب کے حقوق کا محافظ ہے اور حضورؐ اپنے آخری خطبے میں عورت غلام اور قیدی کے متعلق بہت تاکید فرماتی ہے مزید حضورؐ نے فرمایا کہ خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ "بہترین آدمی وہ ہے جس سے لوگوں کو نفع ہو اور بدترین وہ ہے کہ لوگوں کو ستائے۔

عدالت :

اسلام نے عدل و انصاف پر بہت زور دیا ہے اور اس معاملہ میں بھی ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے "اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل" کہہ کر انسانوں کے درمیان عدل کا حکم دیا ہے۔ مزید فرمایا کہ لوگوں کے درمیان انصاف کرو کیونکہ یہ "تقویٰ" کے زیادہ قریب ہے امیر و غریب دونوں کے حقوق کا محافظ بھی عدل ہی ہو سکتا ہے اور انسانیت اسی کے سائے میں آرام کا سانس لے سکتی ہے۔ خود حضورؐ کا فرمان ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی معاملہ فیصلہ کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ تو گویا تمہارے پاس آگ بھیجی جاتی ہے چاہے تو اسے قبول کر لو اور چاہے تو واپس لوٹا دو۔ یعنی جس نے فیصلہ حق و انصاف کے مطابق کیا گویا اس نے آگ کو لوٹا دیا اور جس نے فیصلہ حق و انصاف سے نہ کیا اور کسی اثر یا سفارش سے صراط مستقیم یعنی انصاف سے روگردانی کی گویا اس نے آگ قبول کی۔ حضورؐ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ عدل و انصاف سے کام لیا ہے چنانچہ فاطمہ نامی ایک عورت کے چوری کرنے کا واقعہ بہت معروف ہے۔ جس کی سفارش زیدؓ، حضورؐ سے کرتے ہیں۔ مگر حضورؐ زور دار لہجے میں فرماتے ہیں کہ اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کٹوا دیتا۔ مزید فرمایا کہ پہلی امتیں اسی لئے برباد ہوئیں کہ وہ امیروں کو چھوڑ دیتے اور غریبوں کو سزا دیتے۔ عدل و انصاف معاشرے کی بنیادوں کو مضبوط کرتا ہے اور حقوق العباد کا ضامن ہے۔ قرآن میں خدا کے دوست اور

ناپسندیدہ لوگوں کے چند نشان ہیں۔ پاک صاف رہنے والے، توبہ کرنے والے، معاف کرنے والے اور احسان کرنے والے، امانت دار، دیانت دار متقی سب خدا کے دوست ہیں۔ مگر ظالم، فسادی، خائن، متکبر، مسرف، بدعہد، چور، زانی، قاتل چغل خور سب خدا کے ناپسندیدہ ہیں۔ حدیث میں دیئے گئے منافق کے چار نشان یہ ہیں۔ ۱۔ جب بات کرے جھوٹ بولے ۲۔ امانت میں خیانت کرے ۳۔ جب وعدہ کرے تو اس کا ایفاء نہ کرے۔ ۴۔ جب لڑے جھگڑے تو بدزبانی پر اتر آئے۔ مزید فرمایا۔ جو بڑوں کا ادب نہیں کرتا اور چھوٹوں سے پیار نہیں رکھتا وہ ہم سے نہیں ہے۔

ناظرین کی لمحۂ فکر :

غور کا مقام ہے۔ منافق کی یہ ۴ علامات بتلا کر رسول پاکؐ نے نوع انسانی کے تمام حقوق کی حفاظت فرما دی ہے حضورؐ کا اور فرمان ہے کہ مسلمان سب گناہ کر سکتا ہے۔ لیکن جھوٹ نہیں بول سکتا۔ کیونکہ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ چنانچہ ایک انتہائی گنہگار شخص تمام برائیوں سے بچنے کے لئے حضورؐ سے نسخہ پوچھتا ہے تو حضورؐ اسے باقی گناہوں سے روکنے کی بجائے صرف جھوٹ بولنے سے منع فرماتے ہیں اور آخرکار وہ صرف جھوٹ کو چھوڑنے کی بدولت باقی گناہوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ مندرجہ بالا تمام واقعات اور دلائل سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام ایک ایسے معاشرے کی تشکیل اور عالمگیر برادری کی داغ بیل ڈالنا چاہتا ہے جو بغض و عداوت، ہر قسم کے ذمائم اور اخلاقی آلودگی سے مبرّا اور منزّا ہو۔ اور اس مقصد کے لئے اس نے انسان کو ایک ایسی راہ بتلائی ہے جس پر چل کر وہ دنیا میں آسودگی اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکے۔ اسلام نے تو اندرونی امراض کے ساتھ تجسس اور بدگمانی تک کو بھی گناہ قرار دیا ہے۔ حضرت جنیدؒ بغدادی ایک دفعہ ایک مرد اور عورت کو دریا کے کنارے دیکھا تو ان کے زانی اور زانیہ ہونے کا گمان ہوا۔ لیکن اس مرد نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میری بہن ہے اور بیماری کی وجہ سے میں اسے ہوا خوری کے لئے لایا ہوں اس طرح آپ کا شک دور فرما دیا۔ چنانچہ حضرت اس بدگمانی پر بعد میں بھی اکثر پچھتایا کرتے تھے۔ اسی طرح چغلی کرنا مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر فرمایا۔ بھلا کیا کوئی گوارہ کر سکتا ہے کہ اتنی سخت وعید سننے کے بعد بھی چغلی کرے لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ چغلی کے بغیر لذت ہی نہیں آتی اور کوئی مجلس اس کے بغیر رونق ہی نہیں

... پریس جی۔ ٹی روڈ نشتر ہدرہ میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور ایڈیٹر پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

باقی۔ ذرا غور کریں اور سوچیں انشاءاللہ آپ کا دل میرے ساتھ ہو گا۔

خداوند کریم نے قرآن میں انما المومنون اخوۃ فرما کر اتحاد بین المسلمین کی بنیاد رکھی ہے کہ رنگ و نسل، ملک و قوم کی عصبیت کے امتیازات کو مٹا کر مسلمانوں کا مابہ الامتیاز تقویٰ اور فقط تقویٰ ہی مقرر فرمایا غرضیکہ بزرگی اور فضیلت کے لئے تقویٰ و پرہیز گاری کو شرط اولین قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک باپ اور ایک ماں سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تاکہ تمہاری پہچان ہو سکے (نہ کہ تم فخر کرو) بے شک تم میں وہی زیادہ قابل عزت ہے جو زیادہ پرہیزگار اور متقی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ اسلام کی اسی کسوٹی کی بدولت حضرت بلالؓ جو حبشی زادہ ہیں، رنگ کالا، ہونٹ موٹے اور بالکل ان پڑھ مگر مرتبہ وہ ملا کہ "موذن رسولؐ" کہلاتے اور فرشتوں تک نے آپ کی آذان پسند کی۔ پھر جنت میں حضور قدسؐ کے پیش پیش جا رہے ہیں۔ سبحان اللہ۔

حضرت سعدؓ کالے ہونے کی وجہ سے "سعد الاسود" کہلانے کے باوجود بنو ثقیف کے سردار کی حسین ترین بیٹی کے ساتھ شادی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ حضرت سلیمانؓ کو دربار نبوتؐ سے "السلمان من اهل البیت" کی سند عطا ہوتی ہے انہیں یہ اعزاز اسلام اور صرف اطاعت رسول سے ملا تھا۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

قرآن و حدیث میں جملہ مسلمانوں کو بنیان مرصوص سے تعبیر فرمایا گیا ہے گویا ملت اسلامیہ کا ہر فرد ایک اینٹ ہے اور سب مل کر ایک مضبوط قلعہ ہیں اور واعتصموا بحبل اللہ سیمنٹ ہے بھلا ایسے قلعے سر کرنا کوئی آسان کام ہے؟ یہی وہ حصار تھا جس نے مسلمانوں کو عروج بخشا۔ انہی بہترین احکام اور لائحہ عمل کی بدولت "صحرا نشین" "فلک نشین" بن گئے اور یہی وہ اخوت اور احساس تھا۔ جس کی وجہ سے انصار مدینہ نے مہاجرین مکہ کے لئے اپنا سب کچھ پیش کر دیا۔ اسلام نے قبائلی عصبیت، امتیاز رنگ و نسل اور خاندانی و جنسی شرافت کو نیست و نابود کرنے کے بعد اپنے پیروکاروں کو ایک ایسا نظریہ عطا فرمایا جس پر ایمان لانے کے بعد وہ کبھی کسی غلطی کے مرتکب ہو ہی نہیں سکتے اور یہ نظریہ "خوف خدا ہے" میں کہتا ہوں کہ اگر دل میں خوف خدا پیدا ہو جائے تو گناہ سرزد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت عمرؓ کے زمانے کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک ماں بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کی ترغیب دیتی ہے تو بیٹی پہلے تو اسے حضرت عمرؓ کا خوف دلاتی ہے۔ اور پھر کہتی ہے کہ اگر عمرؓ نہیں تو خداوند کریم تو دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ سنتے ہیں تو اس لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے حضرت عاصمؓ سے کر دیتے ہیں۔ اسی طرح شیخ نظام الدین اولیاؒ اپنے مرید امیر خسروؒ کو ایک مرغ دے کر اسے ایسی جگہ ذبح کرنے کا حکم دیتے ہیں جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو تو امیر خسروؒ سارا دن پھرنے کے بعد مرغ زندہ واپس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدا ہر جگہ دیکھتا ہے شرط پوری نہیں ہوتی۔ اس پر حضرت نظام الدین اولیاؒ آپ کو گلے سے لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اب تیری مزید تربیت کی ضرورت نہیں۔ تو نے خدا کو پا لیا ہے۔

یہ ہے خوف خدا۔

لیکن آج ہم خاندانی برتری، جوش، غضب حسد، انتقام کے ہاتھوں میں فوراً بدزبانی اور گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ معصوم بچوں کا اغوا، عورتوں کی عصمت دری اور معمولی معمولی بات پر قتل ایسا ناقابل معافی جرم کر گزرتے ہیں (عمداً قتل کی سزا ہمیشہ کی دوزخ ہے۔ صرف عبرو الشہ قتل قابل معافی ہے) ہم میں اور عرب کے قدیم جہلا میں کیا فرق رہ گیا ہے جو صرف اونٹ کے پانی پینے یا گھاس چر جانے پر لڑا کرتے اور قتل و غارت کرتے، ہمارے ہاں بھی تو یہی حال ہے۔ چند منٹ کا پانی اور بالکل معمولی نوعیت کے "تنازعات قتل پر منتج ہوتے ہیں" اس طرح نہ صرف ہم ایک ناقابل معافی جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی دشمنی بھی مول لیتے ہیں۔ قرآن میں ہے۔ ان اللہ لا یحب المعتدین پھر قتل کے بعد قانون کی لپک، جھوٹ، وکلاء کی موشگافیاں، اثر و رسوخ اور دولت کے بل بوتے پر بری ہونے کے واقعات انسانیت کے لئے باعث شرم ہیں حالانکہ قرآن میں ہے کہ میرے بندے نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں اور نہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ جھوٹ کو ہر طرح سے قابل تسلیم بنا کر عدالت میں پیش کرتے ہیں۔ مدعی کے گواہ بھی جھوٹ بولتے ہیں مگر گواہان صفائی بھی کمال ہی کر دیتے ہیں دراصل مندرجہ بالا اقسام کے انسانوں کو حیوانوں سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے اولئک کالانعام بل هم اضل پھر قید و بند کے بعد والدین اور بیوی بچوں کی پریشانی، مال و دولت کی بربادی، جملہ خویش و اقارب کی حق تلفی ایسی خرابیاں جنم لیتی ہیں کہ ظالم اور سنگدل انسان بھی پچھتاتا ہے۔ مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ حالانکہ اگر موقع کے وقت حضرت حسینؓ کی طرح ضبط و عفو سے کام لیا جاتا تو بچت ممکن تھی۔

واللہ یحب المحسنین۔ اللہ والے غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ بہرحال جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا خدا کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کی رحمت سے مایوس ہونے والا گنہگار ہے گناہ انسانی کمزوری ہے لیکن بخشش اور رحمت خدا کی بڑائی ہے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ فرمایا اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو کیونکہ اس کی رحمت غضب سے کہیں زیادہ ہے جیسا کہ ورحمتی وسعت کل شئی سے ظاہر ہے حضرت ابوسعید ابوالخیر کیا خوب فرمایا ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ

حدیث شریف میں بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا واقعہ ملتا ہے جو ۹۹ قتل کرنے کے بعد کس طرح خدا کی رحمت کی تلاش میں توبہ کرنے نکلتا ہے تو خداوند رحیم اس کو معاف فرما دیتے ہیں اور جنتی قرار دیتے ہیں خدا کی رحمت کا کوئی کنارا ہی نہیں۔ وہ ہمیشہ رحمت ہی فرماتا ہے وہ ایک ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے جو ہر بار ایک نافرمان بیٹے کو معاف فرما دیتی ہے کسی طالب کا اس کے در سے خالی لوٹنا اس کی شان کے خلاف ہے وہ جھولیاں بھر بھر کر رحمت لٹاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی مانگنے والا ہو۔ ازلی کم بخت نہ ہو۔ خداوند کریم سے مانگنا اور گناہ سے تائب ہو جانا ہمارے لئے کسر شان نہیں بلکہ ایسا کرنے سے ہم خدا کے دوستوں میں شامل ہو جاتے ہیں قرآن میں ہے ان اللہ یحب التوابین اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ حدیث میں بھی آیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

ایک نقطہ:

اس کی رحمت گنہگار کیلئے اس صورت میں مفید ہے کہ صدق دل سے توبہ کرے۔ اس کی رحمت ان کے لئے نہیں جن کے دل میں حرص گناہ بدستور رہے۔ رحمت نامہ گنہگار کی بخشش کے لئے ہے اور رحمت حق ہمیشہ بخشش کا بہانہ چاہتی ہے۔ سب سے آخر میں ناظرین کرام سے گزارش کرتا ہوں کہ نفسا نفسی کے اس دور میں تمام نظام حیات کو اپنانے اور ان زریں

کو کردار و عمل کا جزو بنانے کی ضرورت ہے اگر ہم اس میں کامیاب ہو جائیں اور اپنے فرائض کو نبھانے کے ساتھ ساتھ ہر انسان کے حقوق کا مکمل خیال رکھیں تو یہ دنیا واقعی بہشت نشان بن سکتی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ آمین ثم آمین

اور یہ سب اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

اور سلامتی ہے اس کے لئے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

بقیہ صفحہ ۵: ہدایت کا قرآنی مفہوم

جب بندہ مالک حقیقی کی بارگاہ میں اہدنا الصراط المستقیم کہتا ہے تو گویا وہ عرض کرتا ہے کہ ہمیں اس طریقہ کی ہدایت فرما جس پر چل کر ہم تیرے منعم علیہ بندوں میں بن جائیں اور اللہ کے انعام پانے والے گروہوں میں خصوصیت کے ساتھ انسانوں کے چار گروہ قابل ذکر ہیں۔ ایک تو انبیاء کرام دوسرے صدیقین، تیسرے شہداء، چوتھے صالحین جس کی طرف آیت ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے ان میں سے نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحین پر۔

یہ چاروں جماعتیں نوع انسانی کی ہدایت کے لئے بمنزلہ چراغ راہ کے ہیں۔ یعنی اصل سرچشمۂ ہدایت تو انبیاء کرام ہیں اور باقی تینوں گروہ اسی آفتاب سے مستفیض ہیں

اسی طرح ایک اور موقع پر حق تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہ دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ

(ترجمہ) اے اللہ ہمارے دلوں کو ہدایت پر لے آنے کے بعد ٹیڑھے مت ہونے دیجیو، اور ہمیں اپنے ہاں سے رحمت عنایت فرمائیو اور بلاشبہ تو ہی سب سے بڑا عنایت فرما ہے۔

مذکورہ بیانات سے واضح ہو گیا کہ ہر قسم کی ہدایتوں کا منبع اور مرکز ذات باری تعالیٰ ہے وہ جس کو جس قدر چاہتا ہے ہدایت سے فیضیاب کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ

(ترجمہ) وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۶: خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرنا چاہئے۔ ورنہ آخرت میں تمام اعمال ضائع جائیں گے۔ اور وہ لوگ اس آیت کی زد میں آجائیں گے

اللّٰھم لا تجعلنا منھم۔

قرآن عزیز

میں ارشاد ربانی ہے:۔

قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝

(سورہ کہف رکوع ۱۲ پ ۱۶)

ترجمہ:۔ فرما دیجئے کیا میں تمہیں بتاؤں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارے میں ہیں وہ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں کھوئی گئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بے شک اچھے کام کر رہے ہیں۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس آیت کی شرح میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس جہان میں نیکیاں کمانے کے لئے آئے ہیں لیکن جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے معلوم ہوتا ہے انہوں نے اس جہان میں نیکیوں کے انبار تو لگا لئے مگر ہادی کی صحبت نصیب نہ ہونے کے باعث شیطان کا مقابلہ نہ کر سکے اور نتیجۃً سب نیکیاں ضائع کر بیٹھے

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ والوں کی تربیت نہ ہو تو نہ حج کام آئے گا نہ نماز و روزہ ہی بچیں گے اور نہ زکوٰۃ ہی کام آ سکے گی۔ شیطان ہر دم اور ہر آن وار کرتا رہے گا اور اس کے اعمال کی پونجی کو ضائع کرتا رہے گا۔ لیکن اگر انسان تربیت یافتہ ہو گا تو شیطان کے وار کو اخلاص کی ڈھال پر روک لے گا۔ اور اپنے اعمال کی پونجی کو اللہ کے فضل سے بچا لے جائے گا۔ پھر یہ پونجی اسے قبر میں بھی کام آئیگی۔ حشر میں بھی ساتھ دے گی اور آخرت میں بھی کام دے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلاح حال کی دولت سے نوازے اور امراض روحانی سے شفایاب ہو کر قبر میں جانے کی توفیق دے۔ آمین یا اللہ العالمین۔

بقیہ صفحہ ۱۷
کیا اس ترقی یافتہ دور میں اسلام قابل عمل ہے

کے ساتھ ساتھ اسلامی احکامات و مسائل کی تعلیم بیک وقت دی جائے۔ لیکن جب تک ایسی درسگاہیں شہروں کی مسموم فضاؤں سے دور اسلامی ماحول میں نہ قائم کی جائیں گی۔ اس وقت تک خاطر خواہ نتائج کا مرتب ہونا مشکل ہے۔ بظاہر یہ دوسرا راستہ طویل نظر آتا ہے لیکن اس کے نتائج جتنے مضبوط اور دیرپا بلکہ آئندہ نسلوں میں تبدیلی کے حامل ہوں گے۔ ان سے بہتر نتائج کی توقع کسی دوسرے راستے سے نہیں کی جا سکتی۔

الحمد للہ چند فکرمند اصحاب نے وقت کی اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جامعہ تیمیہ کے نام سے ایک اسی قسم کے ادارہ کی داغ بیل ڈال دی ہے۔ جس کی تفصیل کسی آئندہ شمارہ میں پیش خدمت کی جائے گی۔

بقیہ صفحہ ۴: اسلام کا تازہ معجزہ

اور اس کے ہر جگہ چرچے رہے ہیں۔ یہ مزارات گم نام افراد کے بھی نہ تھے یہ نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مشہور و معروف صحابہؓ کے مزار تھے جن کو پہلے بھی لوگ جانتے اور مانتے تھے اور جو اب بھی مرجع خلائق بنے ہوتے ہیں۔ (ماخوذ)

کیا اس ترقی یافتہ دور میں اسلام قابلِ عمل ہے



مولانا محمد اکرم ناظم جامعہ حمیدیہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو چیز انسانی علم و نظر سے اوجھل رہے وہ یقیناً مشکل معلوم ہوتی ہے۔ خواہ اپنی ذات کے اعتبار سے وہ کتنی ہی آسان کیوں نہ ہو۔ بعینہٖ یہی حال ہمارا اور اسلام کا ہے۔ ہم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی کہ اسلامی احکامات و مسائل ہماری آج کی درپیش مشکلات کو کس حد تک حل کر سکتے ہیں۔ یہاں یہ حقیقت بھی واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی آئین کی راہ میں جو مشکلات بھی اس وقت نظر آ رہی ہیں۔ ان کا بڑا سبب ہماری تعلیم ہماری معاشرت اور ہمارے دماغوں کی ساخت کی تبدیلی ہے۔ انگریزی دورِ حکومت نے ہماری عربی اور انگریزی درسگاہوں کو ایسا برباد کیا اور ایسے لایعنی اختلافات میں الجھا دیا کہ جو عربی خواں تھے انہیں اپنی گزشتہ صدیوں کے دورِ حکومت کے اندرونی بیرونی نظام کے مطالعہ کا خیال نہ گزر سکا۔ عہدِ صحابہ کے قضایا اور اسلامی حکومت کی عدالتوں کا نظام اور ان کے فاضل ججوں کے فیصلوں پر گہری نظریں ڈالنے کی بجائے انہیں جزوی اختلافات میں الجھا دیا ملکی سیاست اور دوسرے ممالک سے اپنے تعلقات کی نوعیت اور دوسرے امور کی طرف اسلامی نظریہ سے جائزہ لینے کا کبھی انہیں موقع ہی نہ دیا۔ پھر جن چند افراد کو اس طرف متوجہ دیکھا ان میں سے کسی کو طرح طرح سے بدنام کیا گیا۔ حتیٰ کہ ان کی تصنیفات سے بھی ہمیں اتنا محروم کر دیا کہ مشکل سے چیدہ چیدہ کچھ افراد ہی نکلیں گے جنہوں نے اس کا مطالعہ کیا ہوگا

دیئے جو خود انگریزوں سے متوقع نہیں تھے۔ پھر ہمارے قانونی دماغوں کو جس قانون سے واسطہ پڑتا رہا، وہ یہی انگریزی قانون تھا اس لئے ان کا مطالعہ کرنا ناگزیر ہو گیا اور انہی علمی سرگرمیوں نے ہمارے دماغوں کی ساخت اتنی بدل ڈالی کہ اب جو قانون ان کے قانون سے ملتا جلتا ہو وہ ہمارے دماغوں کے لئے بے دلیل قابلِ قبول ہوتا ہے اور جو اس کے ضدا خلاف ہو وہ بے دلیل ناقابلِ قبول ہے۔ رہا اسلامی قانون تو اول تو عربی سے ناواقفیت کی بدولت اس کے مطالعہ کرنے کی نوبت ہی کب آ سکتی تھی۔ بلکہ جب بکثرت انگریزی قانون کے مطالعہ اور انگریزی عدالتوں میں کھڑے ہو کر اسی کے مطابق پیروی کرنے میں عمر بسر ہوگئی تو اب ہمارے دماغوں میں اسلامی قانون کے نظریات سمجھنے کی استعداد ہی کیا باقی رہ سکتی تھی۔ آج بھی یہ تجربہ ہے کہ وکلا میں جو وکیل فوجداری کا کام زیادہ کرتا ہے۔ آخر میں اس کا دماغی دیوانی مقدمات میں زیادہ نہیں چلتا۔ اسی طرح اس کے برعکس ہے۔

یہ فرق اس لئے پیدا ہوا کہ ایک طویل مشاقی کے بعد انسانی غور و فکر کا زاویہ نظر ہی ایک خاص دائرے میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اس سے باہر وہ نکلنا بھی چاہے تو نہیں نکل سکتا خواہ اسے اپنی اس خامی کا شعور ہو یا نہ ہو۔ اس کے علاوہ ایک عمیق عیاری انگریزوں نے یہ کی کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور علما کے درمیان نفرت کی اتنی بڑی خلیج حائل کر دی کہ ہر ایک طبقہ دوسرے

سے گئے ہوئے سترہ برس ہوگئے ہیں ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

موجودہ زمانے میں اسلامی آئین کے رائج کرنے میں اگر کوئی دشواری ہے تو صرف یہ کہ تعلیم یافتہ دماغ سال ہا سال تک انگریزی کا مطالعہ کرتے کرتے تھک چکے ہیں۔ ان کے پاس اتنی فرصت کہاں ہے کہ وہ از سرِ نو پھر اتنی ہی محنت اٹھائیں کہ اسلامی قوانین سے براہ راست پورے طور پر استفادہ کر سکیں۔ ان کے لئے دو ہی راہیں تھیں یا اسلامی قوانین انگریزی تراجم کے ذریعہ سے مطالعہ کریں یا ایسے علما سے مشورہ طلب کریں جو کسی علمی یا انسانی کمزوری کی وجہ سے ان کی ہمنوائی کرنے پر مجبور ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ آئندہ کے لئے اس کا کوئی حل بھی ہے یا نہیں تو جواب ظاہر ہے کہ سب سے پہلے عربی اور انگریزی درس گاہوں اور اہلِ علم میں جو منافرت و عداوت قائم ہوچکی ہے۔ اس کے دور کرنے کے لئے جدوجہد کی جائے اور یہ فیصلہ کر کے کی جائے کہ اسلامی قوانین کو انگریزی سائنس کے سامنے جھکانے کی بجائے اسلامی قانون کے اندر رہ کر جدید ترقیات سے استفادہ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ بگڑا ہوا نقشہ چند مہینوں میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علمی اختلاف اب عقائد کی جگہ حاصل کر چکا ہے، اس لئے جانبین کو اپنی اپنی جگہ سے ہٹنا ایک پہاڑ نظر آئے گا۔ بالخصوص اس طبقہ کو جسے کفر کے قوانین سے وابستگی میں ظاہری شان و شوکت بھی حاصل ہو۔ بہرحال اس فریق کو بھی کچھ نیچے اترنا ہوگا اور دوسری طرف علمائے حق کو اپنے مشاغل سے الگ ہو کر کچھ ترقی کرنی ہوگی اور اسلامی تاریخ (جس میں احادیث صحابہؓ اور عہدِ سلف کے فیصلے خلفا کے زمانہ کا نظام حکومت پھر درجہ بدرجہ ہر دور کے اکابر اور فاضل ججوں کا طرزِ عدالت بھی شامل ہے) کا تفصیلی جائزہ لینا ہوگا اور متاخرین میں سے حافظ ابن تیمیہؒ شاہ ولی اللہؒ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تصنیفات بالخصوص

بقیہ ص ۳ : اداریہ

کیسے پہنچا جا سکتا تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ناظم اعلیٰ نے لاہور کے فلائنگ کلب سے رابطہ پیدا کر کے سپیشل ہوائی جہاز کیلئے کہا اور کرایہ کی بات چیت بھی ہو گئی مگر آفس کے انچارج نے کسی سے مشورہ کرنے کے بعد جواب دیا کہ ہوائی جہاز ۲ بجے سے پہلے روانہ نہیں ہو سکتا اس کے بعد جمعیت کے سامنے بامر مجبوری اور کوئی راستہ نہ رہا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت اپنے خاص منصوبوں کے تحت یہ عاجلانہ اقدامات کر رہی ہے اور اس سے ہر شخص واقف ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام نے ووٹ کے غلط استعمال سے بچنے کے لئے پہلا فیصلہ کیا تھا۔ اب جبکہ وہ فیصلہ حکومت کی مصلحتوں اور دفاتر کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو گیا ہے۔ جمعیۃ کے سامنے پھر بھی وہی مقصد ہے کہ جمعیت ہر انتخاب میں صرف اسلامی قدروں کے پابند اور اسلام کے بہی خواہ افراد سے ہی تعاون کرے۔ اور یہی ہر مسلمان کا مطمع نظر ہونا چاہیئے۔

ہم تمام کارکنان جمعیت اور ہمدردان اسلام سے عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں صلحنامہ حدیبیہ میں بظاہر ناکامی ہی ناکامی نظر آتی تھی مگر اس کا انجام فتح مبین کی شکل میں نمودار ہوا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ارکان جمعیت اور ہمدردان اسلام ڈسپلن قائم رکھتے ہوئے اپنی قوتوں کو مجتمع کر کے آنے والے اسمبلیوں کے انتخابات کے لئے کام شروع کر دیں تو وہ سیاسیین کا رخ اسلام کی طرف موڑنے میں انشاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے ارکان جمعیت سے درخواست ہے کہ صدارتی انتخاب کے سلسلہ میں جلدی نہ کریں اور مجلس شوریٰ کے فیصلے کا انتظار کریں۔ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اور غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے ہم مایوس نہیں ہیں۔ اس ملک میں انشاء اللہ اسلام غالب ہو کر رہے گا۔ اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا۔

جامعہ قاسمیہ میں
جانشین حضرت شیخ التفسیرؒ کی تشریف آوری

جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد کالونی لائلپور میں ۷ دسمبر ۱۹۶۴ء بمطابق ۲ شعبان المعظم بروز پیر جانشین حضرت شیخ التفسیرؒ مولانا عبیداللہ صاحب انور تشریف لائیں گے۔ حضرت مولانا صاحب بعد از نماز مغرب مجلس ذکر کرائیں گے۔ اور بعد از نماز عشاء بیعت فرمائیں گے۔

احقر عبدالحی عابد ناظم اعلیٰ
جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد کالونی لائلپور

مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی (رجسٹرڈ)

۱۔ ایک صد سالہ قدیمی، دینی، تعلیمی درسگاہ کی منظم شکل ہے جسے ۱۹۴۸ء سے اس نام سے متعارف کیا گیا ہے۔

۲۔ اس کے تعلیم و تربیت اور نظم و نسق پر علامہ افغانی، مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک، مولانا ہزاروی اور حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف جیسے اکابر نے اظہار اطمینان کیا ہے۔

۳۔ وہ ایک ایسے دور افتادہ قصبہ کلاچی میں واقع ہے جس کی غربت مشہور، تجارت تباہ اور علاقہ بے آب و گیاہ ہے۔

۴۔ اس میں آٹھ مدرس، ایک سو چالیس طلبہ کی تعلیم میں مصروف ہیں۔

ان خصوصیات کی بنا پر وہ آپ کے صدقات نافلہ اور واجبہ کا صحیح مستحق ہے۔ ارسال تعاون کے لئے ذیل کا پتہ کافی ہے۔

عبدالکریم مہتمم مدرسہ نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

تبلیغی جلسہ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۶۴ء بمطابق ۲ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ بروز سوموار رات کو چک ۴۷۸ گ ب (نزد سمندری اڈہ گوجرہ پنڈی کمالیہ روڈ لائل پور) میں تقریر فرمائیں گے احباب مطلع رہیں۔

مولوی طالب اللہ
چوہدری فضل کریم ممبر یونین کونسل چک ۴۷۸ گ ب

مدرسہ مفتاح العلوم
احمد پور سیال ضلع جھنگ
کی امداد کیجئے

مدرسہ کے مہتمم حافظ حسین احمد صاحب نے تمام اہل ثروت سے اپیل کی ہے کہ وہ ضلع جھنگ کی اس دینی درسگاہ کی بڑھ چڑھ کر صدقات و زکوٰۃ اور دیگر عطیات سے امداد فرمائیں اس مدرسہ میں تین مدرس اور تقریباً ۱۵۰ طالب علم ہیں۔ جن کو قرآن مجید کے ساتھ ساتھ اردو کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ علاقہ بھر میں اسلام کے صحیح عقائد کی تبلیغ کے لئے ہر دو ماہ کے بعد ایک تبلیغی جلسہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جس میں ملک کے مقتدر علماء کرام اپنی مواعظ حسنہ سے مستفیض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس تعاون کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

اعتذار: جمعرات کو حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کے راولپنڈی چلے جانے کے باعث مجلس [illegible] مولانا حافظ حمید اللہ صاحب مدظلہ نے کرائی لیکن مجلس ذکر کے بعد کوئی تقریر نہ [illegible] وجہ سے موجودہ پرچہ مجلس ذکر سے خالی ہے۔ (ادارہ)

بچوں کا صفحہ

سبق آموز کہانیاں

حافظ محمد امین صاحب، لاہور

• امیرالمومنین حضرت عمرؓ ایک دفعہ رات کے وقت گشت کر رہے تھے کہ ایک بدوی کو انتہائی بے چینی کی حالت میں دیکھا آپ کے دریافت کرنے پر بدوی نے بتلایا کہ اس کی بیوی کے بچہ پیدا ہونے والا ہے اور وہ سخت تکلیف میں ہے لیکن میرے پاس کوئی پیسہ نہیں کہ دایہ کا بندوبست کروں یہ خبر سنتے ہی حضرت عمرؓ گھر واپس تشریف لاتے اور اپنی زوجہ محترمہ ام کلثومؓ کو بدوی کی بیوی کی تیمارداری کے لئے ساتھ لے گئے ۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر حضرت عمرؓ خود بدوی سے باتیں کرنے لگ گئے اور حضرت ام کلثومؓ اندر تشریف لے گئیں اور تھوڑی دیر بعد اندر سے آواز آئی کہ امیرالمومنین اپنے دوست کو خوش خبری دیجئے کہ خدا تعالٰے نے اسے فرزند عطا فرمایا ہے ۔ بدوی امیرالمومنین کا لفظ سن کر چونک پڑا ۔ مگر حضرت عمرؓ نے اسے تسلی دی اور بعد میں بدوی کو انعام سے نوازا ۔ اور اس کے نومولود بچے کا روزینہ مقرر فرما دیا ۔ خداوندکریم ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ "آمین!"

• حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو پوچھا کہ بچہ کیوں روتا ہے ۔ جواب ملا ۔ کہ اس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہے تاکہ حکومت سے وظیفہ ملے ۔ حضرت عمرؓ لرز گئے ۔ اور اسی دن سے پیدائش کے ساتھ ہی وظیفہ دینے کا فرمان جاری کر دیا تاکہ والدین کو دودھ چھڑانے کی زحمت نہ ہو اور بچے خوب پرورش پائیں ۔

• حضرت امام ابو یوسفؒ (یعقوب بن ابراہیم) عتبہ انصاریؓ کی چھٹی پشت میں سے تھے ۔ آپ کا شمار امام اعظم ابو حنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں ہوتا ہے ۔ آپ بغداد میں قاضی القضاۃ تھے اور مہدی، ہادی اور ہارون کے زمانوں میں اسی عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے ۔ ایک بار خلیفۂ وقت ہارون الرشید اور ایک یہودی کا مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش ہوا ۔ یہودی احتراماً خلیفۂ وقت سے تھوڑا پیچھے کھڑا ہو گیا ۔ لیکن جب قاضی صاحب کی نظر پڑی تو فرمایا کہ تم خلیفہ کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جاؤ ۔ میری عدالت میں شاہ و گدا برابر ہیں ۔ ہارون قاضی صاحب کی اس جرأت اور بے باکی پر بہت خوش ہوا ۔ اور کہا ۔ کہ واقعی اس عہدے پر ایک موزوں ترین امام مقرر ہے ۔

• سلطان ملک شاہ سلجوقیوں میں نہایت عادل بادشاہ گذرا ہے ۔ اس کی عدل گستری کے بیشتر واقعات تاریخ اسلام کا ایک زرین باب ہیں ۔ ایک دفعہ اس کی فوج کے سپاہیوں نے ایک غریب بڑھیا کی گائے کھا لی ۔ غریب بڑھیا نے اس زیادتی کے خلاف کافی فریاد کی مگر کوئی شنوائی نہ ہوتی ۔ اور نہ ہی اس کی آواز کو بادشاہ تک پہنچنے دیا گیا ۔ بڑھیا اس صورتِ حال سے بہت نالاں تھی ۔ چنانچہ بادشاہ ایک مرتبہ اپنے مصاحبوں کے ہمراہ شکار کے لئے نکلا ۔ تو بڑھیا نے بادشاہ تک رسائی حاصل کرنے کیلئے یہ موقعہ غنیمت جانا اور زندہ رود (اصفہان کی مشہور نہر) کے پل پر بادشاہ کے راستے میں جا کھڑی ہوئی ۔ بادشاہ کے محافظ دستہ نے اسے ہٹانے کی بہتیری کوشش کی مگر بڑھیا اپنی جگہ سے نہ ہلی ۔ جب بادشاہ کی سواری بڑھیا کے قریب پہنچی تو اس نے لگام پکڑ کر بادشاہ سے کہا کہ میرا انصاف اس پل پر کرے گا یا پُل صراط پر ہو گا ۔ جب بادشاہ نے سب ماجرا سنا تو لرز گیا اور بڑھیا کو ایک کے بدلے ستر گائیں دے کر راضی کیا ۔

• سلطان محمود غزنوی کے بھانجے کے ایک غریب آدمی کی عورت سے ناجائز تعلقات تھے ۔ اس غریب نے ڈرتے ڈرتے یہ خبر بادشاہ تک پہنچائی ۔ سلطان خبر سنتے ہی خود گیا اور عین موقعہ پر اپنی تلوار سے اپنے بھانجے کا سر قلم کر دیا ۔ بعد میں پانی مانگ کر پیا ۔ اور عدل و انصاف کے بارے میں مسلمانوں کی اعلیٰ روایات کو قائم رکھنے کے لئے دو نفل شکرانے کے ادا کئے ۔

• شیرشاہ سوری ہندوستان کا ایک بلند پایہ فرمانروا تھا اس کے بیٹے عادل خاں نے ایک ہندو بقال کی عورت جب کہ وہ غسل کر رہی تھی پر پان پھینکا ۔ بقال نے بادشاہ وقت سے فریاد کی ۔ بادشاہ نے مقدمہ سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ جس طرح میرے بیٹے (عادل خاں) نے ہاتھی پر سوار بقال کی بیوی پر نہاتے ہوئے پان پھینکا ہے ۔ اب بقال اسی طرح ہاتھی پر سوار ہو کر میری بہو (عادل خاں کی بیوی) پر نہاتے وقت پان پھینکے ۔ بادشاہ کا فیصلہ سننے کے بعد تمام درباریوں نے شہزادے کی صفائی کے لئے سفارش کی ۔ مگر بادشاہ نے کہا ۔ کہ میں نے اپنا فیصلہ کر دیا ہے اب اگر بقال چاہے تو معاف کر دے میں معاف نہیں کر سکتا ۔ چنانچہ بعد میں بقال نے حاضرین دربار کی سفارش اور شہزادے کی ندامت پر اسے معاف کر دیا ۔ تب شہزادے کی جان چھوٹی ۔

• سلطان احمد شاہ والئ دکن کے داماد نے ایک دفعہ ایک شخص کو ناحق قتل کر دیا ۔ جب مقدمہ قاضی کے پاس پہنچا تو قاضی نے مقتول کے ورثاء کو خون بہا دلوا کر مطمئن کر دیا ۔ اور فیصلہ کی مثل بادشاہ کے پاس بھیج دی ۔ لیکن بادشاہ نے قاضی کے اس فیصلہ کو کمزور قرار دیا اور اسے رد کرتے ہوئے ملزم کو پھانسی کی سزا دی تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور امیر لوگ محض خون بہا ادا کر کے ہی لوگوں کی گردنیں نہ مارتے رہیں ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بحوالہ چٹھی نمبری G/۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بحوالہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

غیرت کا جنازہ

شرافت شرم و حیا میں ہے مگر لوگ بے حیائی میں تلاش کرتے ہیں

دیکھ کر بڑا صدمہ ہوتا ہے کہ ہماری مائیں اور بہنیں محلہ میں یا بازار میں کسی کام سے یا گشت کرنے نکلتی ہیں تو باوجود برقعہ ہونے کے اُن کا چہرہ بے نقاب ہوتا ہے اور بعض خواتین کو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ محلے میں تو نقاب گرا لیتی ہیں۔ مگر بازار میں جا کر بے نقاب ہو جاتی ہیں۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ یہ برقعہ کس مقصد کے لئے اوڑھا جاتا ہے جب کہ اس سے پردہ کا کوئی مقصد حل نہیں ہوتا۔ اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں بے پردگی عام تھی اور موجودہ تہذیب کی طرح عورتیں اپنے حسن کی نمائش کے لئے اوڑھنی سر پر ڈال کر دونوں پلے پشت پر چھوڑ دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ اس حسن کے مظاہرہ کی روک تھام کے لئے خدا تعالیٰ کا حکم نازل ہوا کہ مومن عورتیں اپنی نظروں کو نیچا رکھا کریں اور اپنی زیب و زینت کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں۔ اور باہر پردہ کر کے نکلا کریں۔ چونکہ تمام خرابیوں کا باعث یہی بے پردگی ہے۔ اس حکم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کو پردہ پر سختی سے عمل کرنا چاہئے۔ ایک مرتبہ ایک نابینا صحابیؓ آپؐ کے پاس تشریف لائے اس وقت آپؐ کے پاس آپؐ کی دو بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے دونوں بیویوں کو پردہ کا حکم دیا تو آپؐ کی بیویوں نے یہ کہا کہ یہ تو نابینا ہیں تو اس پر آپؐ نے ان سے کہا کہ تم تو آنکھوں والی ہو۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ عورت غیر مرد کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتی۔ آپؐ نے فرمایا جس عورت نے گھر کی چار دیواری میں زندگی گذار دی اس نے جہاد کی فضیلت کو پا لیا عورت شرم و حیا کی پتلی ہے۔ اور اس کو گھر کی ملکہ کا خطاب دیا گیا ہے عورت اگر مرد کے دوش بدوش کام انجام دے تو پھر وہ عورت نہیں رہتی۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ آخری وقت میں میری اُمت کے کچھ لوگ نیم عریاں چست لباس پہن کر نکلیں گے تو تم ان پر لعنت بھیجنا وہ ملعون ہیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں۔ اور یہی وہ لوگ ہوں گے جن کے لئے آخرت میں کوئی لباس نہ ہوگا

محمد امین مکان ۳۶ دہلی کالونی کراچی